کتاب و سنت اور اسلافِ اُمت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد

حیدرآباد

Volume:10 Issue:4 April 2017

مدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.idara.info

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

درسِ قرآن	موجودہ حالات اور عزوہ حمراء الاسد	مولانا محمد عبدالقادر فرید قاسمی	۵
درسِ حدیث	زندگی کا معیار کیسا ہونا چاہیئے؟	حضرت مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ	۸
پیشِ گفتار	آواز دل در آغوشِ حرم قسط سوم	مدیر	۱۱
گوشۂ خواتین	اسلام کی باکمال خواتین، تذکرہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ	مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	۱۸
اصلاحِ معاشرہ	رشتوں کے انتخاب میں اسلامی تعلیمات اور۔۔۔	مفتی آصف علی سعید قاسمی	۲۲
اسلامی ہدایات	صحت اور اسلامی تعلیمات	مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی	۲۶
بصائر وحکم	واقعہ معراج کے چند نصیحت آمیز پہلو	مفتی مولانا غیاث الدین حسامی	۳۲
لمحہ فکریہ	تہذیبی ارتداد	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ	۳۸
"	موجودہ حالات کا صبر واستقامت اور حکمت عملی۔۔	مولانا اسرار الحق قاسمی زید مجدہ	۴۳
افاداتِ اکابر	احسن المجالس	مولانا عبدالقیوم شاکر قاسمی	۴۶
تبصرہ	الحمایۃ لشرح الوقایۃ	مولانا رضوان قاسمی	۴۸
فقہ وفتاویٰ	احرام سے متعلق چند احکام	ادارہ	۴۹
خبرنامہ	عالمِ اسلام کی خبریں	مولانا ابوالولید قاسمی	۵۰

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ادارہ

درسِ قرآن

موجودہ حالات اور غزوہ حمراء الاسد

مولانا محمد عبدالقادر فرید قاسمی*

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ﴿۱۷۳﴾ (سورۃ ال عمران)

ترجمہ: وہ لوگ جن سے کہنے والوں نے کہا تھا کہ یہ (مکہ کے کافر) لوگ تمہارے مقابلہ کے لئے (پھر سے) جمع ہو گئے ہیں، لہذا ان سے ڈرتے رہنا، تو اس خبر نے ان کے ایمان میں اور اضافہ کر دیا اور بول اٹھے: ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

تشریح: غزوہ احد میں مسلمانوں کو فتح کے بعد شکست سے دوچار ہونا پڑا اس کے جو بھی محرکات اور عوامل تھے وہ تاریخ کا نصیحت آموز اور عبرت انگیز باب ہے، فتح کے بعد جب کفار اپنے بلند حوصلے لیکر واپس ہو رہے تھے، اچانک یہ خیال ستانے لگا کہ غالب آجانے کے بعد ہم کو خواہ مخواہ واپس نہیں آنا چاہئے تھا، چلو چلتے ہیں یکبارگی ہلہ بولیں گے اور سب کو ختم ہی کر کے لوٹیں گے، ایک تکوینی نظام کے تحت اس قسم کا جذبہ ان کے دل میں بھڑکا، لیکن اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسا رعب ان کے دل میں پیدا ہوا کہ سیدھے اپنی راہ لئے، جاتے جاتے مدینہ جانے والے مسافروں سے خوشامد کی کہ مسلمانوں کو ہمارے پھر سے آنے کی اطلاع دے دینا تاکہ ان کے قلوب میں ہمارا خوف پیدا ہو، ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی حکم دے دیا گیا کہ ان کا تعاقب کریں، احد کا دوسرا دن ہی تھا صحابہ کرامؓ اپنے ستر ساتھیوں کے فراق میں غمزدہ، زخموں سے نڈھال، فتح کے بعد شکست سے افسردہ ہیں ایسے حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان ہو رہا ہے کہ ''جو احد میں میرے ساتھ شریک تھے تیار ہو جائیں''، ہم کو مشرکین کا تعاقب کرنا ہے کوئی عاشق صادق ہی ایسے حالات میں لبیک کہہ سکتا ہے، ورنہ دوسرے تو اپنا بھرم بھی بچا نہیں پائینگے، اس اعلان پر دو سو یا ستر صحابہؓ جان نثاری کے لئے کھڑے ہو گئے چنانچہ یہ جانباز قافلہ مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر مقام حمراء الاسد تک تعاقب کی نیت سے پہنچا، وہاں نعیم بن مسعود نامی شخص

*استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

سے ملاقات ہوئی تو اس نے یہ وحشت ناک خبر سنائی کہ ابوسفیان اپنا لاؤلشکر جمع کر کے پھر سے اہل مدینہ کا استیصال کرنے حملہ کی نیت سے آگے بڑھ رہا ہے، زخم خوردہ جسم شکستہ صحابہ کرامؓ نے بیک زبان ہوکر کہا **حسبنا اللہ ونعم الوکیل**، دوسری طرف ایک مکہ کا راہی سعید خزاعی نے ابوسفیان کو دیکھا کہ پھر سے حملہ کرنے کی فکر میں ہے، اس نے ابوسفیان سے کہا کہ یہ تمہارا خواب وخیال ہیکہ مسلمان پست ہمت ہوچکے ہیں، مقام حمراء الاسد پر ان کے ایک بڑے لشکر کو اور ان کے جوانمردوں کو دیکھ آیا ہوں اس خبر نے اس کے حواس باختہ کردیئے وہ اپنی خیر اسی میں سمجھا کہ بلا کسی اقدامی ہمت کے مکہ جانا چاہئے، یہ ایک واقعہ تھا جو ہم مسلمانوں کے لئے بے شمار نصیحت کے پہلو رکھتا ہے۔

اس واقعہ میں نصیحت کا پہلا پہلو یہ ہیکہ ایک امتی کو اپنے پروردگار اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا سچا پیار اور وفا ہونا چاہئے کہ جب بھی وہ آواز دیں یا کوئی حکم دیدیں تو اپنی منفعت اور ذاتی تقاضوں کو چھوڑ کر لبیک کہے اپنا سر خم کردیں، لیت ولعل کرنا، نیتوں میں تردد کا پیدا ہوجانا، حکمتوں کو تلاش کرنا یہ ایک بندے کی بندگیت اور محبت کی شان کے منافی ہے۔

دوسرا پہلو اس واقعہ میں غور کرلیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ زخم خوردہ، ٹوٹے ہوئے بدن ہیں، طبیعت آرام کو چاہ رہی ہے، اپنے محبوب کا اعلان ہوگیا اب کیا تھا تر زخموں، کٹے جسموں کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے، ان کی یہ وفاداری، تابع داری، خاکساری، اپنی خواہش اور چاہت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش اور چاہت کے تابع بنانے کا جذبہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے پیغام ہے کہ ایسے ہی نیک جذبات اور پیہم قربانیوں سے کامرانیاں مقدر ہوتی ہیں۔

تیسرا پہلو جو سب سے اہم ہے ابوسفیان کے دوبارہ حملہ آور ہونے کی اطلاع ملی تو ایسے حالات میں بھی اپنے پروردگار پر نظر اور اس کی کارسازیوں پر یقین، اس کی تدبیروں پر اطمینان، اس کی مدد ونصرت کے امیدوار رہنا کمال ایمان کی علامت ہے، موجودہ حالات کے تناظر میں اس واقعہ کے مختلف زاویوں میں فکر وتدبر کریں تو ہمارے لئے بہت سے سامان عبرت بھی ہیں اور نصیحت بھی، جب کبھی اللہ کے حکموں کی مخالفت عام ہوجائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر کو تکلیف پہنچے تو امت پر مصیبت کے بادل ضرور منڈلاتے ہیں اور امت کو حوادثات کا شکار بنادیا جاتا ہے، ہندوستانی مسلمانوں پر جو نامساعد حالات، ناخوشگوار ماحول، ناپسندیدہ حکمرانیاں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کفر کا اجتماع یہ ہمارے شامت اعمال وشومئ قسمت کا نتیجہ ہے۔

ایسے خوف وہراس والے ماحول میں ہم مسلمانوں کو دو کام کرنا ہے ایک اپنے اعمال وکردار کی اصلاح، دوسرے کثرت کے ساتھ **حسبنا اللہ ونعم الوکیل** کا ورد، ایسے ہی حضرت عائشہؓ سے روایت ہے ان

النبی ﷺ کان اذا اشتد غمہ مسح بیدیہ علی رأسہ و لحیتہ ثم تنفس الصعداء و قال حسبی اللہ نعم الو کیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی غم کی سختی میں ہوتے تو اپنا دست مبارک اپنے چہرۂ انور پر اور داڑھی پر پھیرتے، پھر ایک درد بھری آہ کھینچتے پھر حسبی اللہ ونعم الو کیل پڑھتے، ایسے نازک وقت میں شکوہ شکایتیں، ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے کے بجائے اپنے ذات کے نقائص کی طرف توجہ اور اپنے پروردگار کی نصرت اس کی کارسازیوں پر یقین رکھنا چاہیے، کیونکہ جو حالات بھی آتے ہیں وہ ہمارے اعمال کے موافق اور جو بھی ظالم حکمرانی ہم پر مسلط ہوتی ہے وہ ہمارے ہی کرتوتوں کی سزا ہوتی ہے، لہٰذا اپنے آپ کو سنبھالنے اور دینی، اسلامی قالب میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو ان حالات میں صبر کرنے، حوصلے باندھے رکھنے، اعمال کی اصلاح کرنے، رجوع الی اللہ کی توفیق نصیب فرمائے، آمین

(بقیہ از صفحہ : ۲۱ سے)

حضرت عروہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ نے ستر ہزار اس حالت میں خرچ کئے کہ ان کے اوڑھنی کے ایک کنارے پر پیوند لگا ہوا تھا۔

ام ذرہ (خادمہ حضرت عائشہؓ) فرماتی ہیں کہ ابن زبیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دو تھیلے مال بھیجے جو ایک لاکھ درہم تھے، حضرت عائشہ نے ایک طبق منگوایا، اس کو لوگوں میں تقسیم کرنے لگیں، جب شام ہوگئی تو فرمایا: اے باندی افطار کے لئے کچھ لے آؤ، تو ام ذرہ نے کہا: ام المؤمنین! کیا آپ ہمارے لئے ایک درہم کا گوشت خرید نہیں سکتی تھیں، تو فرمایا: مجھے سخت مت کہو، اگر تم نے مجھے یاد دلایا ہوتا تو میں رکھ لیتی ''لا تعنفینی، لو أذکرتنی لفعلت''۔

حضرت شعبہ سے مروی ہے کہ عبدالرحمن بن قاسم نے اپنے والد محترم سے روایت کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ صوم دہر (ممنوع ایام کے علاوہ ہر دن کا روزہ جس کی بغیر کسی کے حقوق کے ضیاع کے اجازت ہے) رکھتی تھے۔

درسِ حدیث

معیارِ زندگی کیسا ہونا چاہیئے؟

حضرت مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم*

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده عبد الله بن عمرو قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: خصلتان من کانتا فیه کتبه الله شاکرا صابرا و من لم تکونا فیه لم یکتبه الله شاکرا و لا صابرا من نظر في دینه إلی من هو فوقه فاقتدی به و نظر في دنیاه إلی من هو دونه فحمد الله علی ما فضله به علیه کتبه الله شاکرا صابرا و من نظر في دینه إلی من هو دونه و نظر في دنیاه إلی من هو فوقه فأسف علی ما فاته منه لم یکتبه الله شاکرا و لا صابرا (رواہ الترمذی، رقم الحدیث: ۲۷۰۱)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس شخص میں دو عادتیں پیدا ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کو شاکر وصابر بندوں میں لکھ دیتے ہیں اور جس میں یہ دو عادتیں نہ ہوں اس کو شاکر وصابر بندوں میں نہیں لکھتے ہیں۔ (ایک) وہ جو دین کے معاملہ میں اپنے سے اونچے انسان کو دیکھے اور اس کی پیروی کرے اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے کم تر کو دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا تعریف وشکر کرے اس فضیلت پر جو اللہ نے اس کو دوسرے پر عطا فرمائی تو اللہ تعالیٰ اس کو شاکر وصابر بندوں میں لکھ لیں گے اور جو اپنے دین کے معاملے میں اپنے سے کم تر پر نظر کرے اور دنیا کے معاملات میں اپنے سے اونچے انسان پر نظر کرے اور افسوس ظاہر کرے اس چیز پر جو اُسے نہیں ملی تو اللہ تعالیٰ اُسے شاکر وصابر بندوں میں شمار نہیں فرماتے۔

تشریح: مطلب بالکل واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں دو عادتیں پیدا ہو جائیں اللہ تعالیٰ اس کو شاکر وصابر بندوں میں شامل کر لیتے ہیں اس طرح صبر وشکر پر جو وعدے اور انعامات ہیں وہ بھی اس کو حاصل ہوں گے۔ وہ دو صفتیں کیا ہیں؟

* مہتمم دارالعلوم دیوبند

من نظر فی دینه الی من هو فوقه (۱) دین کے ہر معاملہ میں اپنے سے اونچے انسان کو دیکھے اور اس سے اپنا موازنہ کرے اور اس کی پیروی کرے، ظاہری بات ہے کہ جب اپنے سے زیادہ دین دار، متقی، پرہیز گار شخص سے اپنا مقابلہ کرے گا تو اپنے اندر اس تعلق سے جو کمی پائے گا اُسے دور کرنے کی فکر کرے گا مثلاً اگر فرض نماز ادا کر رہا ہے تو سنت مؤکدہ کا اہتمام کرے، سنت موکدہ ادا کر رہا ہے تو نفل پڑھنے والوں کی پیروی کرے، عام نفلیں پڑھ رہا ہے تو تہجد اور اشراق پڑھنے والوں کو دیکھے، اگر زکوٰۃ نکال رہا ہے تو نفلی صدقات وخیرات کرنے والوں سے اپنا موازنہ کرے، اگر فرض روزے رکھ رہا ہے تو نفلی روزے رکھنے والوں سے موازنہ کرے؛ غرض جس لائن کی جو نیکی ہے، جس معیار سے زندگی گزار رہا ہے اس سے اونچے درجہ والوں سے موازنہ کرے! تلاش کرنے سے ایسے لوگ ضرور ملیں گے، ہر دور کے اندر مختلف معیار کے لوگ ہوتے ہیں ان سے اپنا موازنہ کرے؛ فاقتدی به صرف موازنہ ہی نہ کرے بلکہ اس کی اقتدا اور پیروی کی کوشش بھی کرے ،اس جیسا اپنے آپ کو بنانے کی فکر بھی کرے، پھر جب وہاں تک پہونچ جائے تو اس سے زیادہ دیندار انسان کی طرف دیکھ کر اس کی موافقت کرے، الغرض یہ عمل مسلسل جاری رہنے والا ہے، ہمیشہ نگاہ اپنے سے زیادہ دیندار انسان کی طرف رکھنی ہے اور اس کی پیروی کرنی ہے۔

(۲) اور دنیا کی چیزوں میں ہمیشہ اپنے سے کمزور، غریب اور پریشان حال انسان سے اپنا موازنہ کرے اور اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اچھا بنایا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب یہ کرے گا تو اپنی حالت اس سے اچھی پائے گا اپنے پاس نعمتیں اس سے زیادہ موجود پائے گا پھر اس پر دل اور زبان سے اللہ کا شکر کرے کہ اللہ نے مجھ کو اس سے بہتر بنایا ہے، مجھے وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو اس کے پاس نہیں ہے مجھے اُن پریشانیوں سے محفوظ فرمایا ہے جس میں میرا بھائی مبتلا ہے۔

فرمایا: کتب اللہ شاکرا و صابرا جس کے اندر یہ دو صفتیں پائی جاتی ہے۔ دین کے سلسلہ میں ہمیشہ اپنے سے اونچے انسان سے موازنہ کرے اور نقل کرنے کی کوشش کرے اس میں قناعت نہ ہو کہ الحمد اللہ فرائض ادا ہو جاتے ہیں بہت ہے، بہت سے لوگ تو فرض بھی ادا نہیں کرتے، اور دنیا کے معاملہ میں ہمیشہ اپنے سے کم تر انسان کو دیکھے اور اس سے اپنا موازنہ کرے اور دیکھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس سے بہتر بنایا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شاکر و صابر بندوں میں شامل فرمائیں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی کسی انسان کو مبتلاء مصیبت کو دیکھ کر کہے کہ اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی عَافَانِی مِمَّا ابتلَاہ بِہ وَفَضَّلَنِی عَلَی کَثِیرٍ مِمَّن خَلَقَ تَفضِیلًا (اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو اس پریشانی سے محفوظ رکھا ہے جس میں

اس بندے کو مبتلاء کر رکھا ہے اور اس نے مجھ کو اپنے بندوں میں سے بہت سارے بندوں پر فضیلت دے رکھی ہے) تو یہ بیماری اس کو کبھی لاحق نہیں ہوسکتی۔

اس موقع پر شیخ سعدیؒ کا وہ واقعہ یاد آتا ہے کہ ایک دفعہ شیخ سعدیؒ کہیں جارہے تھے، کپڑے بری حالت میں تھے، ننگے پاؤں تھے، اس بری حالت کی وجہ سے خدا سے شکوہ کر رہے تھے کہ خداوند! لوگوں کے پاس شاندار سواری ہے، رہنے کے لیے خوبصورت گھر ہے؛ لیکن ایک میں ہوں کہ افلاس زدہ اور ننگے پاؤں ہوں، جوتے بھی نہیں ہیں کہ اپنے پاؤں کو سردی سے بچا سکوں، شیخ سعدیؒ اس شکوہ کے عالم میں چلے جارہے تھے کہ ایک اپاہج شخص کو دیکھا جو دونوں پاؤں سے معذور تھا، اور دوسرا جس کی ایک ٹانگ نہیں تھی، فوراً سجدہ شکر کرنے لگے کہ میرے پروردگار میرے پاس جوتا نہیں تو کوئی بات نہیں کم از کم میرے پاؤں اور ٹانگیں تو ہیں۔

ومن نظر في دينه إلى من هو دونه ونظر في دنياه إلى من هو فوقه لیکن اس کے برخلاف اگر کوئی دین کے معاملے میں اپنے سے کم تر کو دیکھے کہ ہم تو ماشاء اللہ پابند صوم وصلاۃ ہیں فلاں شخص تو فرائض بھی ادا نہیں کرتا، ہم تو تہجد بھی پڑھ لیتے ہیں فلاں تو سنن مؤکدہ تک نہیں پڑھتا، اسی طرح دنیا کے معاملے میں اپنے سے برتر کو دیکھے کہ میرے پاس تو چھپر کا مکان ہے اور فلاں بڑے عالی شان بنگلے میں رہتا ہے، میرے پاس تو صرف سائیکل ہے اور فلاں نہایت عمدہ کار میں گھومتا ہے۔

فأسف على ما فاته منه تو ایسے شخص کو کبھی شکر اور صبر کی توفیق نہیں ہوگی؛ بلکہ ہمیشہ فوت شدہ چیز پر افسوس کرتا رہے گا اور حسرت ودرماندگی کے سواء کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اس سے بڑھ کر اس بات کا بھی اندیشہ ہے کہ کہیں موجودہ نعمتیں بھی نہ چھین لی جائے اور دی ہوئی توفیق بھی سلب نہ کر لی جائے۔

لم يكتبه الله شاكرا ولا صابرا اور ایسے بندے کو جو دین کے بارے میں اپنے سے نیچے والے کو اور دنیا کے بارے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی صابر وشاکر نہیں لکھتے، اس طرح ابدی محرومی اس کا مقدر بن جاتی ہے؛ کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کا سارا معاملہ اس کے لئے سراپا خیر ہے اور یہ شرف صرف مومن کو حاصل ہے اگر اسے کوئی خوشی وخوشحالی ملتی ہے، اس پر اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے لہذا یہ بھی اس کے لئے خیر ہے اور اگر وہ کسی مصیبت سے دوچار ہوتا ہے، اس پر صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے خیر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام صابر وشاکر بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین

پیش گفتار

آوازِ دل در آغوشِ حرم

(۳)

بہ قلم: مدیر

حضرت حکیم صاحب مدظلہ کی سندِ حدیث عالی ہے، میں نے درخواست کی کہ اپنے سلسلۂ سند میں شامل کرتے ہوئے اس عاجز کو بھی اجازت عطا فرمائی جائے؛ فرمایا: کہ کل صبح کی مجلس میں یاد دلایا جائے، چناں چہ اگلے روز صبح کی مجلس میں آپ نے بخاری شریف کی پہلی حدیث تلاوت کر کے اس پر مختصر کلام فرمایا جس کا کچھ حصہ درجِ ذیل ہے :

بعد حمد وصلوٰۃ کے ارشاد فرمایا:

اس زمانے میں لوگ کہتے ہیں کہ اہل اللہ کی صحبت کی کیا ضرورت ہے، ہم تو عالم دین اور حافظِ قرآن ہیں تمام شروحات اور تفاسیر پر ہماری نظر ہے، احادیثِ شریفہ مستحضر ہیں، ہمیں پھر کسی کی صحبت کی کیا ضرورت ہے؟ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں جو حدیث سب سے پہلے لائی ہے اس کے راوی امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، ان سے نقل کرنے والے حضرت علقمہ بن اللیثی ؒ ہیں، جو کہ تابعی ہیں، کوفے کے رہنے والے تھے پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں قیام کر لیا تھا، رات دن قال اللہ وقال الرسول میں مشغول رہتے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا ملک شام کے سفر کا ارادہ ہوا تو سفر شروع کر کے ملک شام پہونچ گیا، یہاں پہونچ کر خیال ہوا کہ یہ سرزمین انبیاء ہے، یہاں بڑے بڑے اللہ والے اور علم والے موجود ہوں گے مگر میں تو کسی کو نہیں جانتا اور نہ مجھے غیب کا علم ہے، میں مسجد میں داخل ہوا، دو رکعت نماز پڑھی (یہ دو رکعت تحیۃ المسجد ہوگی یا پھر صلوٰۃ الحاجۃ) نماز پڑھنے کے بعد میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اور گڑگڑا کر دعا مانگی کہ اللھم یسر لی جلیسا صالحا اے ربّ کریم! نیک صحبت کو میرے لئے آسان فرمادے، اب یہ دعا کس جذبے سے مانگی ہوگی اس کا اندازہ اس سے کر لیں کہ وہ فرماتے ہیں: اس کے بعد میں

مسجد سے باہر نکلا، قوم کے لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے میں بھی جا کر ان لوگوں میں بیٹھ گیا اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ شخصیت تشریف لائے اور میرے بازو میں بیٹھ گئے، نہ کوئی تعارف تھا نہ جان پہچان! میں نے وہاں موجود لوگوں سے ان کے بارے میں دریافت کیا، ان لوگوں نے بتلایا کہ یہ صحابیٔ رسول ابوالدرداءؓ ہیں، یہ سنتے ہی مجھ پر وجد اور کیفیت طاری ہوگئی کہ ابھی ابھی میں نے اللہ تعالیٰ سے کسی نیک صحبت کے مُیسر ہونے کی دعا مانگی تھی، اور اللہ پاک نے فوراً ہی نصیب فرمادی، وہ بھی صحابیٔ رسول ﷺ کو میرے پاس بھیج دیا، گویا کنواں اٹھا کے پیاسے کے پاس بھیج دیا۔ سبحان اللہ! حضرت علقمہؒ نے کس الحاح وزاری سے دعا مانگی ہوگی کہ اسی وقت قبول بھی ہوگئی ظاہر بھی ہوگئی۔

یہ واقعہ سنا کر فرمایا: صحابہ کرامؓ بھی صحبت کے حریص تھے، حریص نہ ہوتے تو صحابی ہی کیسے بنتے، نبی پاک ﷺ کی ایک صحبت اور ایک نظرِ عنایت نے انہیں ولایت کا سب سے بڑے تاج یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق دار بنا دیا اس کے لئے بیان سننے کی بھی ضرورت نہ تھی، طویل صحبت کی بھی ضرورت نہ تھی؛ دیکھئے اسی زمانے میں حضرت اُویس قرنیؒ بھی موجود تھے، اتنے نیک تھے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا کہ اُن سے میری امت کے لئے دعا کروانا، مگر چوں کہ نبی کریم ﷺ کی زیارت وصحبت نہیں مل سکی تھی اس لئے صحابی نہیں کہلائے؛ سیدنا ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے بہت زیادہ حدیثیں نقل کیا کرتے تھے، اس کی وجہ کیا تھی؟ کان یزور رسول اللہ ﷺ حیث کان وہ ہر وقت حضور ﷺ کی خدمت میں موجود اور صحبت میں حاضر رہتے تھے، جہاں ابو ہریرہؓ نظر آئے تو لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہیں کہیں نبی کریم ﷺ بھی تشریف فرما ہوں گے، اور آپ ﷺ کہیں نظر آتے تو طئے تھا کہ ابو ہریرہؓ بھی ضرور موجود ہوں گے، خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی صحبت صالحین وکاملین کے حریص تھے، صحابہ کرام کی طرح تابعین عظام میں بھی اس کا بڑا اہتمام تھا، بخاری شریف میں جس طرح ابو ہریرہؓ کا نام کثرت سے ملتا ہے اسی طرح علقمہ بن اللیثیؒ کا بھی بہ کثرت ذکر آتا ہے، اس لئے کہ انہیں صحابۂ کرامؓ کی صحبت اور اُن سے استفادے کا بہت شوق تھا۔

بہ طور لطیفے کے فرمایا: عن حرفِ جار ہے اور جس اسم پر بھی آجائے اسے زیر دیدیتا ہے، یعنی مکسور پڑھا جاتا ہے، سترہ حروف عربی زبان میں ایسے ہیں جو کسی بھی اسم سے قبل ہوں تو اس اسم کو جر دیتے ہیں، بشرطیکہ وہ منصرف ہو، اگر یہ سترہ کے سترہ حروفِ جار ایک ساتھ بھی ''عمر'' پر آجائیں تو ''عمر'' کو زیر نہیں دے سکتے، اس لئے عَنْ عمرَ ہی پڑھا جاتا ہے؛ کیوں کہ وہ غیر منصرف ہے، غیر منصرف میں دو وصف پائے جاتے ہیں یا ایک ایسا وصف ہوتا ہے جو دو کے قائم مقام ہوتا ہے، اسی طریقے سے اگر ہم مسلمانوں میں دو وصف پیدا

ہوجائیں تو ہمیں بھی کوئی زیر نہیں کرسکتا، ایک ایمان جو الحمدللہ موجود ہے، دوسرا تقویٰ اگر یہ بھی پیدا ہوجائے تو ہم سب کے سب غیر منصرف ہوجائیں گے، دنیا کے تمام جارمل کر بھی ہم کو جر نہیں دے سکتے یعنی زیر اور شکست خوردہ نہیں کرسکتے۔

فرمایا: حضرت عمرؓ پہلے خلیفہ ہیں جنھیں امیر المؤمنین کا خطاب ملا، حالاں کہ ان سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیقؓ بھی خلیفہ تھے مگر صدیق اکبرؓ نے اپنے آپ کو فنافی الرسول کرلیا تھا، اُنہیں تو نبی پاک ﷺ کی جگہ کھڑے ہوکر نماز پڑھانا بھی مشکل ہوگیا تھا، روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی تھیں (گویا ان کی خلافت تتمۂ رسالت ہی تھی) بہرحال! یہ روایت امیر المؤمنین حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہوکر یہ بات بیان فرمائی: انما الاعمال بالنیات اعمال کا دارومدار نیت پر ہے نیات نواۃ سے مشتق ہے جیسے عرب کہتے ہیں" اکلت التمرۃ ولفظت النواۃ "، میں نے کھجور کھالیا اور گٹھلی پھینک دی؛ مطلب یہ ہے کہ جیسے بیج بوؤ گے ایسے ہی پھل آئے گا، آم کی گٹھلی سے انگور کے خوشے نہیں نکلیں گے، یعنی کسی بھی عمل کے لئے دل میں جو قصد ہوگا اور جس چیز کا ارادہ کیا گیا ہوگا وہی ملے گا، للّٰہیت کی نیت ہے تو اللہ تعالیٰ ملے گا اور ریاکاری مقصود ہے تو شہرت ہی ملے گی، اللہ تعالیٰ نہیں ملے گا۔

فرمایا: آج کل خالص بیج تیار کرنے کے لئے کارخانے تیار کردیئے گئے ہیں، جو عام پیداوار ہوتی ہے اس سے نہ درخت اُگتے ہیں نہ پھل لگتا ہے، اس لئے ان بیجوں کو ایٹمی شعاؤں سے گذار کر اس کے تمام مُضر اثرات کو ختم کردیا جاتا ہے، اس کے بعد وہ خالص بیج رہ جاتا ہے؛ اسی طرح اہل اللہ کی صحبت میں جب آدمی جاتا ہے تو چوں کہ ان کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی تجلی کی شعائیں ہوتی ہیں ان کی زد میں آکر اس کے دل میں غیر اللہ کی محبت کے جو خس وخاشاک اور نقائص ہیں وہ سب جل کر ختم ہوجاتے ہیں اور آدمی کی نیت بالکل خالص ہوجاتی ہے، کھوٹ باقی نہیں رہتا، جیسے سنار کے پاس سونا لے کر جاؤ تو اس کے پاس ایک پتھر ہوتا ہے جس پر رگڑ کر بتاتا ہے کہ یہ سونا کتنے کیرٹ کا ہے، اسی طرح اہل اللہ کی صحبت میں رہنے سے اپنے قلب کی حالت کا پتہ چلتا ہے اور اندر کے کھوٹ دور کرکے اسے خالص مخلص بنانے میں مدد ملتی ہے، جب دل خالص ہوجاتا ہے تو پھر خشوع وخضوع کی کیفیت بھی پیدا ہوجاتی ہے، نماز میں نکھار آجاتا ہے، ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے؛ ایک بزرگ فرماتے ہیں: جب میں نماز میں تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اُٹھاتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں اُوپر کی طرف اٹھتا چلا جارہا ہوں، یہاں تک کہ عرش کے روبرو کھڑا ہوگیا ہوں، پھر جب سبحانك اللهم پڑھنے لگتا ہوں تو ایک ایک لفظ میں عجیب کیفیت نظر آتی ہے اور ایسی حلاوت محسوس ہوتی ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا، ان تعبد اللہ

کانک تراہ کا نقشہ ہوتا ہے؛ خلاصہ یہ ہے کہ جتنی نیت صحیح اور خالص ہوتی چلی جائے گی تو عمل میں بھی اسی درجے کا نکھار اور کیفیات پیدا ہوں گی۔

فرمایا: یہ بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے، اور آخری کلمتان حبیبتان والی حدیث ہے، ان دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ عمل جتنا خالص ہوگا اتنا وزن دار ہوگا، اگر نیت میں کھوٹ ہوگا تو وزن بھی کم ہوگا، نیت خالص ہوگی تو وزن بھی کامل ہوگا، اور اگر نیت ہی فاسد ہوگی تو وزن بھی هباءا منثورا ہوجائے گا، اور بھئی! نیت کو خالص کرنے ہی کے واسطے اہل اللہ کی صحبت کی ضرورت ہے، ان کی صحبت میں رہیں گے تو ان کے قلوب میں جاری تجلیات الٰہیہ کی شعاعوں سے ہمارے قلوب کے اندر موجود حُب دنیا، حُب جاہ، حُب مال اور حقد وحسد وکینہ وغیرہ تمام نقائص جل کر خاکستر ہوجائیں گے اور ہمارا قلب بھی مصفّٰی ومجلّٰی ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی رضا مقصود نہ رہے گی تب جاکے ہمارے اعمال میزان میں بھاری اور وزنی ہوں جائیں گے، حضرت حکیم الامتؒ سے ایک عالم صاحب نے سوال کیا کہ یہ آپ لوگ ہر وقت کونوا مع الصادقین والی آیت ہی پر بیان کرتے رہتے ہیں، میری سمجھ میں نہ آیا کہ آخر اس پر اتنا کیوں زور دیتے ہیں، حضرتؒ نے فرمایا: آپ مجھے صحابی بن کے بتائیے! کہنے لگے وہ کیسے بن سکتا ہوں، اس کے لئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ضروری ہے، فرمایا: تو تابعی بن جائیے! وہ کہنے لگے: وہ بھی نہیں بن سکتا کیوں کہ اس کے لئے صحابیؓ کی صحبت چاہیئے، پھر کہنے لگے: اب میں سمجھ گیا کہ تمام مدارجِ روحانیہ صحبت ہی سے طئے ہوتے ہیں، اور یہ دین اہل اللہ اور اکابر کی صحبتوں کی برکت ہی سے محفوظ چلا آیا ہے۔

درمیان میں بعض اور حکمت ومعرفت کی باتیں بیان ہوئیں، پھر حدیثِ نیت سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ـــــ جو قرآن کریم کے بعد اصحُّ الکتب کہلائی جاتی ہے ـــــ پہلی روایت نیت ہی سے متعلق لائی ہے، انما الاعمال بالنیات، نیت کی سلامتی اور اخلاص کی نگرانی کی ہم لوگوں کو فکر ہی نہیں رہی، حالاں کہ اور تو اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اس سلسلے میں متفکر وبے چین رہتے تھے؛ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کسی کام سے مسجد نبوی شریف کی طرف نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت معاذؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے لپٹ کر زار وقطار رو رہے ہیں، میں نے پوچھا: معاذ! کیا بات تمہیں رُلا رہی ہے؟ انھوں نے کہا میں نے اس روضے والے آقا سے سنا تھا کہ ان یسیرا الریاء شرک یعنی معمولی سی ریاکاری بھی شرک ہے، میں سوچ رہا ہوں کہ جو لوگ ایمان کے مضبوط تھے وہ تو اپنا ایمان بچالے گئے مگر ہم جیسے ضعفاء اور کمزور ایمان والوں کا کیا ہوگا؟ یہی چیز مجھے رُلا رہی ہے؛ ذرا بھی شبہ ہوتا اپنے اخلاص وللّٰہیت میں

توصحابہ کرامؓ بے چین ہوجاتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد دیکھا کہ ایک صاحب ان کے انتظار میں پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں، فوراً اُٹھ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے اور عرض کیا: یارسول اللہ ! میں تو کہیں چھپ کے نماز پڑھ رہا تھا مگر ایک صاحب نے مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھ لیا، کہیں یہ ریا تو نہیں ہوگیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رحمک اللہ یا ابا ہریرۃ! لک اجران ، اجر السر و اجر العلانیہ، اللہ تم پر رحم فرمائے تمہیں دوہرا اجر ملے گا، ایک تو خفیہ عبادت کا دوسرے علانیہ کا، بس یہ سُن کر اُن کو تسلی ہوگئی، یہ فکر تھی صحابۂ کرامؓ کو اپنے اخلاص اور ایمان کی سلامتی کی!

آج ہم اہل اللہ سے تعلق تو رکھتے ہیں مگر بس دوستانہ سا رکھتے ہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ ہمارا تو فلاں بزرگ سے تعلق ہے، وہ ہمیں بہت چاہتے ہیں خوب اکرام کرتے ہیں، ہم بزرگوں سے اپنا تعلق دوسرے کے سامنے بگھارتے تو پھرتے ہیں مگر اپنی اصلاح اور ترقی کی فکر نہیں کرتے اپنے امراض کی اطلاع کبھی نہیں کرتے؛ دیکھئے! اگر کوئی مریض کسی بڑے حکیم صاحب کے پاس جائے اُن سے دوستی کرلے مگر ان کو اپنے امراض کی اطلاع نہ دے تو یہ مریض ان حکیم صاحب کے اعزاز و اکرام اور کھلانے پلانے سے اور زیادہ بیمار ہوجائے گا، اور اگر بتلائے گا کہ مجھے پیچش لگی ہوئی ہے تو پھر وہ فوراً سب خاطر مدارات بند کرکے دوا علاج شروع کردیں گے، اور خفا ہوں گے کہ نادان! آتے ہیں کیوں نہ بتادیا تھا؟ اسی وقت علاج شروع ہوجاتا، بس یہی حال ہے اہل اللہ کے پاس جاتے رہنے کے باوجود بھی اپنے امراض ان سے مخفی رکھنے والے شخص کا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان و اخلاص کی حفاظت کے لئے فکرمند بنادیں اور ہر غفلت و لاپروائی سے محفوظ رکھیں، اہل اللہ کی صحیح معنوں میں قدردانی نصیب فرمائیں۔ آمین!

حدیثِ نیت یعنی صحیح بخاری کی پہلی حدیث کی تلاوت اور اس پر مختصر سے بیان کے بعد حضرت حکیم صاحب مدظلہ نے اپنی جانب سے اس عاجز کو سند حدیث اور اجازتِ روایت عطا فرمائی۔ حضرت حکیم صاحب مدظلہ کو اجازتِ حدیث حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی عن الشیخ خلیل احمد سھارنپوری؛ حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی عن الشیخ عبدالرحمٰن کامل پوری؛ حضرت مولانا ادریس کاندھلوی عن الشیخ کشمیریؒ، مولانا عبیداللہ امرتسری عن الشیخ اشرف علی تھانویؒ، حضرت حکیم اخترؒ عن الشیخ عبدالغنی پھولپوری اور مولانا موسیٰ خان روحانی عن الشیخ محمود عن شیخ الاسلام مدنیؒ سے حاصل ہے۔ وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

عزیزم منہاج حسامی سلمہ حیدرآباد سے تعلق رکھتے ہیں، دارالعلوم حیدرآباد کے فاضل ہیں، یہاں مدینہ منورہ میں چند برس سے مقیم اور جامعۃ الاسلامیہ میں زیرِ تعلیم ہیں، گذشتہ سفر میں بھی عزیز موصوف بہت محبت

وخلوص سے ملے اور متعدد مقامات کی زیارت کرائی، اپنے احباب کے ساتھ گھر پر دعوت بھی رکھی، مولانا الیاس فیصل مدنی کے ہاں بھی لے گئے تھے، اس مرتبہ راقم کی حاضری کی اطلاع پا کر فوراً ربط کیا اور گھر چلنے پر اصرار کیا، میں نے ۲۸ ربیع الاول کا وقت دیا کہ ان شاء اللہ عشاء بعد چلیں گے، موصوف نے اپنی تعلیمی مصلحت سے مکان آج کل یونیورسٹی کے قریب لے رکھا ہے جو مسجد نبوی شریف سے خاصے فاصلے پر ہے؛ عشاء سے عین قبل یہ بھی معلوم ہوا کہ جامعہ طیبہ مدینہ منورہ کے ایک استاذ ـــــ جو مسجد نبوی شریف میں بھی درس فقہ دیتے ہیں ـــ دکتور عامر بہجت بھی راقم سطور سے ملاقات کے متمنی ہیں اور عشائیہ میں وہ بھی تشریف لائیں گے، عزیز موصوف سے میں نے بتلایا کہ بھئی! نہ میں کوئی قابل عالم ہوں نہ ہی مجھے عربی میں گفتگو آتی ہے، ویسے بھی اپنی بے مائیگی کے احساس سے بڑوں کے آگے میری زبان ہی نہیں کھلتی، شرمندگی غالب رہتی ہے، مگر وہ یہی کہتے رہے کہ شیخ بہت معتدل مزاج اور ہندوستانی علماء کے قدرداں ہیں، ہندوستان جانے والے بھی ہیں، ملاقات بہر حال طئے ہو چکی ہے۔

خیر! بہت متفکر ہوا، اللہ تعالیٰ سے علماء کی لاج رہ جانے کی دعائیں کیں اور حسبِ نظام موصوف کے ساتھ بعد نماز عشاء ان کے گھر پہونچ گیا، تھوڑی ہی دیر میں دکتور عامر بہجت بھی پہونچ گئے، خوب رو و بلند قامت اور مسنون ہیئت میں بالکل نوجوان عالم ہیں، انتہائی ذہین وفریس، سنجیدہ وسمجھ دار، اعتدال وتوسط میں علمائے سابقین کی نظیر اور ملنسار وخوش گفتار آدمی ہیں؛ معلوم ہوا کہ تُرکی الاصل اور مدنی المولد ہیں، فقہ سے خوب مناسبت ہے اور فقہ ہی کے استاذ بھی ہیں، بہت خوشی اور تپاک سے ملاقات کی اور بہت احترام سے پیش آئے۔

ایک کتاب کا تحفہ بھی ساتھ لائے تھے، یہ ایک جدید طرز کا سلسلہ مسائلِ فقہ پر مشتمل ہے جو مدارس میں طلبہ کو پڑھانے کے لئے عام فہم انداز میں مرتب کیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ فقہ حنبلی کی طرح بقیہ تینوں مسالک پر کام جاری ہے، اردن کے کسی حنفی عالم کے ذریعہ فقہ حنفی بھی مرتب کی جارہی ہے، اس کی تکمیل کے بعد یہ طئے پایا کہ جس علاقے میں جس فقہ کا عام رواج ہے اُس علاقے کی زبانوں میں اسی رائج فقہ کے تراجم بھی کرائے جائیں گے۔

شیخ بہجت کے نہایت بے تکلف اور متواضع مزاج کی وجہ سے یہ مجلس بے تکلف رہی تاہم عربی محادثے کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے اُن سے زیادہ استفادہ یہ عاجز نہ کرسکا ، مولوی منہاج سلمہ اور اُن کے دیگر رفقاء کی مدد سے کچھ تبادلۂ خیال ہوتا رہا؛ میں نے موقع غنیمت سمجھ کر نماز مغرب کے بارے میں دریافت کیا کہ فقہ حنبلی میں اس کا مسنون وقت کیا ہے؟ شیخ نے جواباً فرمایا: کہ ہمارے ہاں بھی مغرب میں تعجیل ہی مسنون ہے، البتہ

اذان کے بعد مختصر وقفہ مستحب ہے، پوچھا کہ یہ وقفہ کیا دوگانہ نفل کے لئے؟ تو بتلایا کہ دوگانہ بھی مندوب ہے مسنون نہیں۔ یہ سوال میں نے اس لئے کیا کہ عام طور سے یہاں کی مساجد میں بالخصوص مسجدِ نبوی میں ایک تو اذان ہی میں پانچ سات منٹ لگ جاتے ہیں، پھر کوئی دس تا بارہ منٹ کا وقفہ دیا جاتا ہے، پھر نماز طویل قرأت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، تعدیل ارکان میں بھی مبالغہ ہوتا ہے نتیجۃً کوئی آدھا گھنٹہ مغرب میں لگتا ہے، جب کہ متعدد احادیثِ مبارکہ میں مغرب کی نماز میں تعجیل اور قرأت میں قصر کی ترغیب معلوم ہوتی ہے۔

دوسری بات میں نے نماز جمعہ سے متعلق دریافت کی کہ زوال سے قبل اذان دیدی جاتی ہے اور زوال کے فوراً بعد خطبہ شروع ہوجاتا ہے، بعض مساجد میں تو زوال سے قبل نماز بھی ہوجاتی ہے ،شیخ نے بتلایا کہ حنابلہ کے ہاں نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو عیدین کی نماز کا وقت ہے، یعنی اشراق سے وقت شروع ہوجاتا ہے، ہمارے اظہارِ تعجب پر فرمایا کہ ایسا ہی ہے اور یہ امام احمدؒ کے تفردات میں سے ہے ،جس سے جمہور متفق نہیں۔

شیخ موصوف نے بتلایا کہ فقہ حنفی سے میری مناسبت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ آباء واجداد ترک تھے، ترک سب کے سب احناف ہیں، اس لئے گھرانے میں پہلے یہی سب دیکھا بھالا تھا ،دوسری وجہ یہ ہے کہ مجھے فقہ حنفی پڑھانے کا بھی موقعہ ملا، چناں چہ قدوری کا باقاعدہ درس دے چکا ہوں، اور اسی وجہ سے اس کی مختصر، مفصل شروحات بھی دیکھی ہیں، پھر انہوں نے مجھ سے ہندوستانی نظامِ تعلیم میں فقہ اسلامی کی ترتیب اور کتب کے نام معلوم کئے، تاثرات سے اندازہ ہوا کہ سب ہی کتابوں سے واقف ہیں اور ان کی درجہ بندی اور فقہاء احناف کے طبقات کو بھی خوب جانتے ہیں، ماشاء اللہ اُن کا استحضار بھی بہت تازہ ہے، مزاج بھی بے تکلف مگر جرأت مندانہ ہے، مجھے انھوں نے عقود رسم المفتی کا منظوم حصہ سنانا چاہا اور اپنے موبائیل میں کھول کر فوراً ہی پڑھنا شروع کردیا، اچھا خاصہ حصہ تو کتاب کھلنے کھلنے تک زبانی ہی پڑھ دیا، اور بقیہ بھی اس تیز رفتاری سے پڑھتے رہے کہ شاید انہیں مکمل حفظ ہے۔

معلوم ہوا کہ حکومت کی جانب سے مختلف علاقوں میں اُن کے دروسِ فقہ منعقد کئے جاتے ہیں ،طیبہ یونیورسٹی اور مسجدِ نبوی ـــــ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ـــــ کے علاوہ بھی سہ روزہ ،پنج روزہ ورکشاپ جگہ جگہ منعقد ہوتے ہیں؛ یہ بھی معلوم ہوا کہ نام نہاد سلفیت ولامذہبیت کو بالکل پسند نہیں کرتے ،اپنے دروس میں اس پر نقد بھی کرتے ہیں، حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہیں؛ مختصر یہ کہ موصوف سے مل کر جی خوش ہوا، اور اندازہ ہوا کہ مستقبل میں انشاء اللہ اسلافِ کرام کی یادگار شخصیت ثابت ہوں گے ،حق تعالیٰ استقامت وترقی نصیب فرمائے آمین۔

گوشۂ خواتین (۲)

اسلام کی باکمال خواتین

ترجمہ: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

بیوی کی تعریف وتوثیق:

حضرت ابوموسی اشعری سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مردوں میں سے کامل افراد تو بہت گذرے ہیں لیکن عورتوں میں کامل عورتیں صرف حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جو فرعون کی بیوی تھیں اور حضرت مریم علیہا السلام گذری ہیں اور تمام عورتوں پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کو فضیلت حاصل ہے۔ (مسند احمد، حدیث ابی موسی الاشعری، حدیث: ۱۹۶۶۸)

حضرت جبرئیلؑ کا حضرت عائشہؓ کو سلام:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہؓ! یہ جبرائیل ہیں تم کو سلام کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں کہا: وعلیہ السلام ورحم اللہ۔

(بخاری: باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۷۶۸)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ازواج میں غیرت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کی دو جماعتیں تھیں، ایک میں حضرت عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ رضی اللہ عنہن اور دوسری طرف ام سلمہ اور تمام بیویاں تھیں، اور مسلمانوں کو معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ کو محبوب رکھتے ہیں، جب ان میں سے کسی کے پاس ہدیہ ہوتا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجنا چاہتا تو انتظار کرتا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ کے گھر میں ہوتے تو وہ ہدیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت عائشہؓ کے گھر بھیجتا، حضرت ام سلمہؓ نے سب کی طرف سے عرض کیا کہ لوگوں سے فرمادیں کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ بھیجنا چاہے تو آپ جس بیوی کے پاس بھی ہوں وہاں ہدیہ بھیج دے، چنانچہ ام سلمہؓ کی اس بات پر آپ نے کچھ جواب نہ دیا، ام سلمہ کا بیان ہے کہ جب میری باری آئی تو میں

نے آپ سے عرض کیا تو کچھ بھی جواب آپ نے نہ دیا، پھر دوبارہ اپنی باری میں عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے عائشہؓ کے متعلق اذیت نہ دو؛ اس لئے کہ حضرت عائشہؓ کے علاوہ کسی اور زوجہ کے لحاف میں رہتے ہوئے میرے پاس وحی نہیں آئی'' حضرت فاطمہؓ نے یوں ہی نمائندہ بن کر عرض کیا تو فرمایا: ''بیٹی کیا تجھے اس سے محبت نہیں ہے، جس سے میں محبت کرتا ہو، حضرت فاطمہ یہ سن کر لوٹ گئیں'' ''یا بنیه ألا تحب ما أحب، قالت: بلی، فرجعت إلیهن فأخبرتهن'' (بخاری: باب من أهدی إلی صاحبه، حدیث: ۲۵۸۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے لئے قرعہ ڈالتے، ایک مرتبہ قرعہ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کے نام نکلا، نبی کریم ﷺ رات کے وقت معمولا چلتے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے چلتے، ایک مرتبہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ آج رات کیوں نہ تم میرے اونٹ پر سوار ہو جاؤ اور میں تمہارے اونٹ پر؛ تاکہ تم بھی نئے مناظر دیکھ سکو، اور میں بھی، انہوں نے یہ تجویز قبول کر لی، اس کے بعد نبی ﷺ حضرت عائشہ کے اونٹ کے پاس تشریف لائے، اس وقت اس پر حفصہ بیٹھی ہوئی تھیں، نبی کریم ﷺ نے انہیں سلام کیا، پھر چلتے رہے، جب پڑاؤ ہوا تو نبی ﷺ کو معلوم ہوا کہ عائشہ اس میں نہیں ہیں (اس غلطی پر عائشہؓ کو اس درجہ رنج ہوا کہ) جب لوگ سواریوں سے اتر گئے تو ام المؤمنین نے اپنے پاؤں اذخر گھاس میں ڈال لیے اور دعا کرنے لگی کہ اے میرے رب! مجھ پر کوئی بچھو یا سانپ مسلط کر دے جو مجھ کو ڈس لے، عائشہ کہتی ہیں کہ: میں نبی کریم ﷺ سے تو کچھ کہہ نہیں سکتی تھی کیونکہ یہ حرکت خود میری ہی تھی۔ (بخاری: باب القرعة بین النساء، حدیث: ۵۲۱۱)

شوہر بیوی کو خوش کرے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے دروازے پر کھڑے ہو کر آپ سے گھر میں آنے کی اجازت طلب کی جبھی انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز کو سنا جو ذرا زور سے بول رہی تھی پھر جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑا اور طمانچہ مارنے کا ارادہ کیا اور کہا کہ خبردار! آئندہ میں تمہیں رسول اللہ کی آواز سے اونچی آواز میں بولتے ہوئے نہ دیکھوں ادھر آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ کو مارنے سے روکنا شروع کیا اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ کی حالت میں باہر نکل کر چلے گئے آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کے بعد فرمایا تم نے دیکھا میں نے تمہیں اس آدمی یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کس طرح بچا لیا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس

کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے خفگی کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرمندگی کی وجہ سے کئی دن تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نہیں آئے پھر ایک دن انہوں نے دروازے پر حاضر ہو کر اندر آنے کی اجازت مانگی اور اندر آئے تو دیکھا کہ دونوں صلح کی حالت میں ہیں انہوں نے دونوں کو مخاطب کر کے کہا تم دونوں مجھ کو اپنی صلح میں شریک کرلو جس طرح تم نے مجھ کو اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا بے شک ہم نے ایسا ہی کیا، بے شک ہم نے ایسا ہی کیا یعنی تمہیں اپنی صلح میں شریک کرلیا۔

(ابو داؤد: باب ماجاء فی المزاح، حدیث: ۴۹۹۹)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی اہلیہ کے سامنے وفات:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا سے رخصتی میرے گھر میں میری باری کے دن، میرے سینے اور حلق کے درمیان ہوئی، اس دن عبدالرحمن بن ابی بکرؓ آئے تو ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی، میں نے سوچا کہ آپ مسواک چاہتے ہیں تو میں نے مسواک لیا اور اس کو اچھی طرح چبایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرحمت کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی عمدگی کے ساتھ مسواک فرمائی کہ اس سے پہلے میں نے اس طرح مسواک کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ اوپر کر کے وہ مجھے دینے لگے تو وہ مسواک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے گر گئی اور فرمایا ''اللھم الرفیق الاعلی'' اور اس دم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک پرواز کر گئی، بہر حال! اللہ کا شکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے آخری دن میرے اور ان کے لعاب کو جمع فرمایا۔

(مسند احمد، مسند الصدیقہ عائشۃ، حدیث: ۲۴۲۱۶)

عائشہ رضی اللہ عنہا روئے زمین پر سب سے زیادہ ذی علم خاتون:

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: جب کبھی اصحاب رسول کو حدیث کے بارے میں اشکال ہوتا تو ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے تو ہم ان کے یہاں اس کے بارے میں علم پاتے ''ما أشكل علينا أصحاب محمد ﷺ حديث قط، فسألنا عائشة إلا وجدنا عندها منه علما''۔

علم فرائض:

ابوالضحی حضرت مسروق سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا: کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرائض کا علم اچھی طرح جانتی ہیں؟ فرمایا: اللہ کی قسم، ''لقد رأيت أصحاب محمد صلى الله عليه وآله وسلم الأكابر

یسألونها عن الفرائض ''میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اکابر صحابہؓ کو دیکھا ہے وہ فرائض کے سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے۔

حضرت زہری فرماتے ہیں کہ: اگر حضرت عائشہ کا علم دنیا کی تمام عورتوں میں بانٹ دیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ہی فضل وکمال میں بڑھا ہوا ہوگا'' لو جمع علم عائشة إلى علم جميع النساء لكان علم عائشة أفضل ''

تمام علوم:

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: میں حضرت عائشہ کی خدمت میں رہا ہوں، میں نے کسی نازل شدہ آیت اور کسی بھی فریضہ، سنت، شعر، غزوات، نسب، قضاء، عدالت اور طب وغیرہ میں ان سے زیادہ علم رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا، میں نے کہا: خالہ جان آپ نے علم طب کہاں سے سیکھا تو فرمایا: میں بیماری ہوتی تھی تو میرے لئے نسخہ تجویز کیا، پھر کوئی بیمار پڑتا تو وہ نسخہ میں اس کے لئے تجویز کرتی، اس طرح لوگ جو نسخے تجویز کرتے میں اس کو یاد رکھتیں۔

حضرت عمر رضی اللہ کا حضرت عائشہؓ کی تعظیم کرنا:

مصعب بن سعد سے مروی ہے فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر امہات المؤمنین کے لئے دس ہزار دس ہزار روزینے مقرر کئے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے دو ہزار کا اضافہ فرمایا اور کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حبیبہ ہیں'' إنها حبيبة رسول الله ﷺ''

حضرت مسروق کا حضرت عائشہؓ کی تعظیم کرنا:

مسروق رحمہ اللہ جب حضرت عائشہ سے حدیث روایت کرتے تو فرماتے: حدثتني الصديقة بنت الصديق، حبيبة حبيب الله، المبرأة من فوق سبع سماوات، فلم أكذبها '' (مجھے سے صدیقہ بنت صدیق، اللہ کے حبیب کی حبیب، جن کی براءت ساتوں آسمانوں سے نازل ہوئی تھی فرماتی ہیں، میں اس کی تکذیب نہیں کرسکتا۔

حضرت عائشہؓ کا زہد وتقوی:

حضرت عطا فرماتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لاکھ ہار بھیجا تو انہوں نے اس کو تمام امہات المؤمنین کے مابین تقسیم فرمادیا۔ ---------- (بقیہ صفحہ ۷ پر)

اصلاحِ معاشرہ

رشتوں کے انتخاب میں اسلامی تعلیمات اور موجودہ سماج

از: مفتی آصف علی قاسمی*

اسلام نے مرد وعورت کے نکاح اوران میں رشتہ ازدواج کے قیام کے لئے عمدہ جوڑے کی تلاش اور حسن انتخاب کی تعلیم دی ہے جس میں دین داری، حسن سیرت، اور فضل وکمال کو انتخاب کا معیار قرار دیا ہے مگر آج کا معاشرہ اوراس دور کا انسان محض حسن و جمال اور دولت و مال کو دیکھ کر جوڑے کا انتخاب کرتا ہے۔ حسن سیرت اور فضل وکمال پر کوئی توجہ نہیں دیتا، جس کا آخری انجام یہی نکلتا ہے کہ زوجین اوران کے خاندانوں میں شدید کشمکش اور تباہ کن رسہ کشی پیدا ہوجاتی ہے، روز روز کی کھٹ پٹ اور آئے دن کا تناؤ چین لینے نہیں دیتا، زندگیاں تلخ ہوجاتی ہیں، اور شوہر و بیوی اخلاقی بصیرت سے محروم ہوجاتے ہیں، یگانے بیگانے ہوجاتے ہیں اور رشتہ ازدواج برائے نام رہ جاتا ہے، بالآخر طلاق کی نوبت آجاتی ہے اور عورتوں کو وہ دن دیکھنا پڑتا ہے جس میں وہ اپنی سسرال چھوڑ کر یا تو میکہ بیٹھ جاتی ہیں یا کسی کو اپنا شناسا بنا کر فرار ہوجاتی ہیں یا ایسی زندگی سے مرنا بہتر سمجھ کر خودکشی کرنے پر مجبور ہوجاتی ہیں، چنانچہ یہی وہ وجوہات ہیں جن کی بناء پر جوڑے کے انتخاب کے وقت حسن و جمال اور دولت و مال سے بڑھ کر حسن سیرت اور فضل وکمال پر اسلام زیادہ زور دیتا ہے مگر آج کا معاشرہ، نئی تہذیب اور آج کا انسانی سماج اسلام کی بتلائی ہوئی ان خوبیوں کو اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں۔

معاشرہ میں جوڑے کے طرز انتخاب:

لڑکے کی شادی کے لئے لڑکی کے انتخاب میں یہ غور نہیں کیا جاتا کہ وہ کتنی شریف الطبع، پابند شرع نیک سیرت اور باسلیقہ ہے بلکہ یہ پیش نظر ہوتا ہے کہ حسین وجمیل ہو، دنیوی تعلیم یافتہ ہو، حسب نسب اچھا ہو، مالی پوزیشن بہتر ہو ــــ جس سے جہیز بخوبی مل سکے ــــ گھر اور گھرانے کی دنیوی حیثیت اور اس کی شہرت ہو، باپ کی اکلوتی لڑکی ہو ــــ جس سے سسرال کی ملکیت اور جائیداد کا مالک ہوسکے ــــ آیا اس کی بہنیں زیادہ تو نہیں جس سے جہیز اور سامان کی یافت پر برا اثر پڑے، اسی طرح لڑکے کے معیار انتخاب میں یہ امر ملحوظ نہیں ہوتا کہ وہ کس قدر خوش اخلاق ہے، اسے اسلامی تہذیب سے کتنی دلچسپی ہے۔ علوم عصریہ کے ساتھ دینی علوم سے کتنی

*استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

واقفیت ہے اور اس کا گھریلو رہن سہن دینی اعتبار سے کیسا ہے؟ نیز وہ شریف سنجیدہ اور ضرورت شناس ہے یا نہیں بلکہ اس کے برخلاف مندرجہ ذیل چیزیں پیش نظر ہوتی ہیں۔ شکل وصورت، حسب ونسب، دنیاوی تعلیم، اعلیٰ ملازمت یا کوئی اونچا پیشہ، تجارت کا معیار، املاک اور جائیداد کی مقدار دنیاوی حیثیت سے گھرانہ کی عزت اور خاندان کی شہرت، باپ کا اکلوتا بیٹا وغیرہ وغیرہ یہی وہ تمام چیزیں ہیں جس کی طرف رشتہ کے انتخاب کے وقت انسان نگاہ دوڑاتا ہے اور حسن ورنگ کا دیوانہ دھن ودولت اور جاہ وحشمت کا متوالا بن کر اسلامی تعلیمات کو فراموش کر دیتا ہے۔

رشتوں کے انتخاب کا اسلامی معیار:

اسلام نے جس طرح سماجی، معاشرتی اور انسانی زندگی کے دیگر تمام پیچیدہ مسائل کا حل پیش کیا ہے اور قدم قدم پر انسانوں کی بہترین رہنمائی فرمائی ہے اسی طرح رشتہ ازدواج اور جوڑے کی پسندیدگی جیسے عظیم مسئلہ پر بھی صحیح اور جامع روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ اولاً اسلام مؤمن مرد وعورت کو مشرک مرد وعورت سے شادی بیاہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ جہاں بندۂ مؤمن کے اثر سے مشرک کے خاندان اور اس کی نسل پر اسلامی عقائد اور مؤمنانہ طرز حیات کا نقش ثبت ہوسکتا ہے، وہیں یہ بھی امکان غالب ہے کہ مشرک کے اثر سے مؤمن کے خاندان پر اور اس کی نسل پر باطل عقائد، مشرکانہ طرز زندگی اور کافرانہ طور طریقہ چھا جائے۔! اسی طرح اسلام غیر صالح مسلمان مردوں اور عورتوں کا رشتہ صالح مرد اور پاکباز عورتوں کے لئے پسند نہیں کرتا۔ بدچلن مرد اور بدکار عورتیں صالح مردوں اور پاکباز عورتوں پر اپنا اثر بد جما سکتے ہیں قرآن کہتا ہے: اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ (النور:۲۶) بدچلن عورتیں بدکردار مردوں کے لئے اور بدکار مرد بدچلن عورتوں کے لئے ہیں اور پاک دامن عورتیں صالح مردوں کے لئے اور صالح مرد پاک دامن عورتوں کے لئے ہیں۔

اسی طرح اسلامی نقطہ نگاہ سے ذات پات حسب ونسب اور رنگ وروپ کا کوئی امتیاز نہیں ہے، ذات پات کی تمیز، رنگ ونسل، کالے گورے کا کوئی فرق نہیں ہے تمام مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا ہر کلمہ گو مسلمان مرد وعورت خواہ وہ خان ہوں، مرزا ہوں، شیخ ہوں یا سید ہوں۔ اگر ان کے چال چلن، رہن سہن، مسلمانہ ہوں، ان کے کردار مومنانہ اور ان کے اخلاق فاضلانہ ہوں تو ان کے ہاں شادیاں کرنے میں کوئی تأمل نہیں ہے ہر طرح اجازت ہے جیسا کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھوپھی زاد بہن سیدہ حضرت زینبؓ کا نکاح ایک فارسی غلام حضرت زید بن حارثؓ سے کیا تھا اور جیسا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اپنی ایک نہایت سیاہ فام

کالی کلوٹی باندی کو غصہ میں مار دیا تھا اور جب غصہ اتر گیا تو بڑے شرمندہ ہوئے اور آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بتایا اور تلافی کی صورت معلوم کی چنانچہ آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشورہ کے مطابق باندی کو آزاد کر دیا اور پھر اس سے نکاح کر لیا لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے ہاں رشتہ جوڑا جا سکتا ہیں اور شادیاں کی جا سکتی ہیں بشرطیکہ لڑکے اور لڑکی اور ان کے والدین یا اولیاء رضامند ہوں۔

لیکن اگر خاندان کی عدم موافقت اور برادری بدل جانے کی وجہ سے مرد و عورت میں نباہ مشکل ہو تو ایسی صورت میں برادری، خاندانی پیشہ کا لحاظ بہر حال ضروری ہے جیسا کہ حضرت زیدؓ چونکہ فارسی غلام تھے اور حضرت زینبؓ سید زادی، آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے تھیں اس لئے حضرت زینبؓ کو اپنے خاندانی تفوق اور شرافت و فضیلت کی بناء پر حضرت زید کی زوجیت میں رہنا پسند نہیں تھا اس لئے رشتہ ازدواج زیادہ دنوں تک ان میں قائم نہیں رہ سکا اور حضرت زینبؓ ان کی زوجیت سے الگ ہو گئیں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باذنِ الٰہی خود ان سے نکاح کر لیا تھا ایسے ہی موقعوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرد و عورت اور ان کے اولیاء و والدین سے تنبیہانہ خطاب فرمایا: خبردار! عورتوں کا نکاح ان کے ولی ہی کرائیں اور کفو یعنی برابر والوں سے کرائیں (دار قطنی) اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا: اے علیؓ! تین چیزوں میں دیر نہیں کرنی چاہئے، نماز جب اس کا وقت ہو جائے، جنازہ کی نماز جب تیار ہو جائے، بیوہ عورت کا نکاح جب اس کے مناسب کوئی ہمسر پالے۔ (بیہقی)

بہر حال! اسلام میں دونوں پہلوؤں کی گنجائش ہے ایک یہ کہ دین داری کے علاوہ دیگر امور میں کفائت کا اعتبار نہ کیا جائے جیسا کہ اس پہلو پر خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ کے صحابہؓ نے عمل کیا، دوسرا پہلو یہ کہ دین داری کے ساتھ ساتھ دیگر امور میں بھی کفائت و ہمسری کا اعتبار کیا جائے ایسا کرنا اس لئے ہے کہ نکاح ایک اہم معاملہ ہے نکاح کے ذریعہ دو خاندانوں اور دو اجنبی مرد و عورت میں ایسا گہرا رشتہ قائم ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ دونوں ایک ساتھ رہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اس لئے ان معاملات میں نزاع و لڑائی کا پورا پورا امکان موجود رہتا ہے پس یہاں دین داری کے علاوہ حسن و جمال، نسب، پیشہ وغیرہ میں تفاضل کی رعایت بھی ضروری ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر لڑکا اور لڑکی غیر کفو اور غیر پیشہ و نسب میں شادی کرنے پر رضامند ہوں لیکن اولیاء ان چیزوں کا لحاظ برت رہے ہوں تو ترجیح ولی، والدین و سرپرستوں کو ہی دی جائیگی، اگر عاقل و بالغ لڑکا بھی اپنی مرضی سے غیر کفو میں نکاح کر لیں اور اولیاء اس سے راضی نہ ہوں تو انہیں نکاح فسخ کرنے کا کلیۃً اور پورا پورا اختیار رہے گا اور جب تک ان کی رضامندی نہ ہو نکاح موقوف رہے گا منعقد نہیں ہوگا! ہدایہ و دیگر فقہی کتب میں اس کی صراحت موجود ہے۔

کفائت کی تشریح اور غلط فہمی کا ازالہ

بہر حال! سابق تفصیل سے ہم کو دو باتیں معلوم ہوئیں کہ خاطب ومخطوبہ اگر اہل قبلہ میں سے ہوں، صالح و متقی ہوں تو دیگر امور میں کفائت کی عدم رعایت کے ساتھ بھی نکاح کیا جا سکتا ہے، مگر یہ کہ خود لڑکا، لڑکی یا ان کے اولیاء دیگر امور میں بھی کفائت قائم رہنے کے خواہاں ہوں تو ان کو اس کا مکمل اختیار ہے۔ لیکن وہ کفائت کیا ہے؟ جسے قائم رکھنے کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترغیب دی، اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے چنانچہ فقہاء اسلام نے کفائت کی تشریح کی ہے کہ جانبین، مذہب، حریت، مال، خاندان، پیشہ اور دینداری میں برابر ہوں۔ لیکن پھر بھی اسلام میں ان تمام چیزوں میں زیادہ تر دیانت و دینداری کو معیار قرار دیا گیا ہے لہٰذا مذکورہ اشیاء کی رعایت کرتے ہوئے بھی دین واخلاق، حسن سیرت اور فضل وکمال پر زور دیا جائے نہ یہ کہ دیانت وتقویٰ کو نظر انداز کر دیا جائے اور صرف باقی امور میں کفائت کے پائے جانے پر نکاح کر لیا جائے، اسلام میں کفائت سے ایسا ہرگز مراد نہیں بلکہ اسلام میں دیگر امور میں کفائت کی رعایت نہ کرنے اگر اولیاء رضامند ہوں باعث حرج نہیں، لیکن دیانت وتقویٰ میں کفائت کا فوت ہونا شدید نقصان کا سبب ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! عورت سے شادی چار چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کی جائے گی، مال و جمال حسب نسب اور دینداری لیکن تمہاری کامیابی دیندار عورت سے ہے (بخاری) اسی طرح ترمذی شریف کی روایت میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں ایسا شخص مل جائے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند آجائیں تو اسی سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین پر فتنہ فساد پھیل جائے گا، صحابہؓ نے عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر چہ اس شخص میں کسی طرح کی کوئی بات پائی جائے تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر وہی کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ ایک مالدار شخص کا گذر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا کہ تم لوگ اس آدمی کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہو، صحابہؓ نے جواب دیا کہ اگر کہیں پیغام نکاح بھیجے تو اس کی طرف توجہ زیادہ بڑھ جائے اگر کسی کی سفارش کر دے تو مان لی جائے اور اگر یہ شخص کوئی بات کہے تو اس کی بات کان لگا کر سنی جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ جواب سن کر خاموش رہے، اتنے میں ایک غریب مسلمان کا گذر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر وہی سوال کیا، صحابہؓ نے پھر جواب دیا کہ اگر اس بیچارے کا پیغام نکاح کہیں بھیجا جائے تو اس کی طرف توجہ نہ دی جائے اور اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش کی کوئی اہمیت نہ دی جائے، اور اگر کوئی بات کہے تو سنی ان سنی کر دی جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان جوابوں کو سن کر فرمایا: روئے زمین کے لوگوں میں یہ غریب شخص مالدار شخص سے زیادہ بہتر ہے۔

اسلامی ہدایات

صحت اور اسلامی تعلیمات

(عالمی یومِ صحت کے تناظر میں)

از: مولانا عبدالرشید طلحہ قاسمی نعمانی*

اسلام، دین فطرت ہے؛ جو پوری انسانیت کی ہر شعبے میں مکمل رہنمائی کرتا ہے، اسلام کی پاکیزہ تعلیمات جہاں عقائد وعبادات، معاشرت ومعاملات اور اخلاق وآداب کے تمام پہلوؤں کو جامع ہیں، وہیں حفظان صحت اور تندرستی کے معاملے میں بھی اسلام کی معتدل ہدایات موجود ہیں؛ جن پر عمل پیرا ہوکر ہم نہ صرف صحت مند زندگی گزار سکتے ہیں؛ بل کہ بہت سی مہلک بیماریوں سے بھی محفوظ رہ سکتے ہیں۔

غور کریں تو صحت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا تحفہ ہے؛ بل کہ قدرت نے جتنی وسیع منصوبہ بندی انسان کو صحت مند رکھنے کے لیے کی ہے اتنی شاید پوری کائنات بنانے کے لیے بھی نہیں کی، خود ہمارے جسم میں باری تعالی نے ایسے ایسے نظام رکھے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر انسانی عقل حیران وشش درہ جاتی ہے۔

ایک ریسرچ کے مطابق ہم میں سے ہر شخص ساڑھے چار ہزار بیماریاں اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوتا ہے، یہ بیماریاں ہر وقت سرگرم عمل رہتی ہیں؛ مگر ہماری قوت مدافعت، ان کی ہلاکت آفرینیوں کو کنٹرول کرتی رہتی ہے، مثلا ہمارا منہ روزانہ ایسے جراثیم پیدا کرتا ہے جو ہمارے دل کو کمزور کردیتے ہیں؛ لیکن ہم جب تیز چلتے ہیں یا واک کرتے ہیں تو ہمارا منہ کھل جاتا ہے، ہم تیز تیز سانس لیتے ہیں، یہ تیز تیز سانسیں ان جراثیم کو مار دیتی ہیں اور یوں ہمارا دل ان جراثیم سے بچ جاتا ہے؛ اسی طرح ہمارا جگر جسم کا وہ واحد عضو ہے جو کٹنے کے بعد دوبارہ پیدا ہوتا ہے، ہماری انگلی کٹ جائے، بازو الگ ہوجائے یا جسم کا کوئی دوسرا حصہ جدا ہوجائے تو یہ دوبارہ نہیں اگتا؛ جب کہ جگر ایسا واحد عضو ہے جو کٹنے کے بعد دوبارہ اگ جاتا ہے، سائنس دان حیران تھے کہ قدرت نے جگر میں یہ اہلیت کیوں رکھی؟ آج پتہ چلا کہ جگر عضو رئیس ہے، اس کے بغیر زندگی ممکن نہیں چناں چہ اس کی اسی اہلیت کی وجہ سے آپ دوسروں کو جگر ڈونیٹ کرسکتے ہیں، ایسے ہی ہم روزانہ سوتے ہیں، ہماری نیند موت کا مقدمہ ہوتی ہے، انسان کی اونگھ، ہلکی نیند، گہری نیند، بے ہوشی اور موت، پانچوں ایک ہی سلسلے کے مختلف مراحل ہیں، ہم جب

*استاذ شعبہ عالمیت، ادارہ ہذا

گہری نیند میں جاتے ہیں تو ہمارے اور موت کے درمیان صرف بے ہوشی کا ایک مرحلہ رہ جاتا ہے، ہم روز صبح موت کی دہلیز سے واپس آتے ہیں؛ مگر ہمیں احساس تک نہیں ہوتا۔ یہ قدرت کے چند ایسے معجزے ہیں جو انسان کی عقل کو حیران کر دیتے ہیں۔

صحت دنیا کی ان چند بیش قیمت نعمتوں میں شمار ہوتی ہے کہ جب تک یہ قائم ہے ہمیں اس کی قدر نہیں ہوتی؛ مگر جوں ہی یہ ہمارا ساتھ چھوڑ دیتی ہے، ہمیں فوراً احساس ہوتا ہے کہ یہ ہماری دیگر تمام نعمتوں سے کہیں زیادہ قیمتی تھی، ہم اگر کسی دن میز پر بیٹھ جائیں اور سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک صحت کا تخمینہ لگائیں تو ہمیں معلوم ہوگا ہم میں سے ہر شخص کم از کم ارب پتی ہے۔

آج دنیا کے لاکھوں لوگ کمر درد کا شکار ہیں، قبض اور بواسیر نے لاکھوں کروڑوں لوگوں کو پریشان کر رکھا ہے، دانت اور داڑھ کا درد راتوں کو بے چین بنا دیتا ہے، آدھے سر کا درد ہزاروں لوگوں کو پاگل بنا رہا ہے، شوگر، کولیسٹرول اور بلڈ پریشر کی ادویات بنانے والی کمپنیاں ہر سال اربوں ڈالر کماتی ہیں، منہ کی بدبو بظاہر معمولی مسئلہ ہے مگر لاکھوں لوگ ہر سال اس پر اربوں روپے خرچ کرتے ہیں۔

جب ہم ان مختلف پیچیدہ امراض اور مہلک بیماریوں کو دیکھتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ ہماری صحت اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم اور بہت بڑا احسان ہے؛ لیکن اس کے باوجود اکثر افراد اس نعمت عظمی کی قدر نہیں کرتے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی: ''نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس: الصحة والفراغ''۔ دو نعمتوں کے حوالے سے عموماً لوگ دھوکے میں مبتلا ہوتے ہیں: صحت اور فراغت (بخاری و مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ صحابیؓ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ پانچوں نمازوں کے بعد کیا دعا مانگوں؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو، دوبارہ سوال پر بھی یہی ارشاد فرمایا، اور تیسری دفعہ بھی فرمایا: اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں عافیت مانگا کرو۔

عالمی یوم صحت کا پس منظر:

اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے، عالمی ادارۂ صحت (ڈبلو ،ایچ ،او) کے تعاون و اشتراک سے ہر سال 7/ اپریل کو دنیا بھر میں صحت کا عالمی دن مناتے ہیں اور یہ سلسلہ 1950ء سے جاری ہے۔

عالمی یوم صحت درحقیقت صحت جیسے حساس موضوع اور اہم مسئلہ پر لوگوں کے درمیان بیداری لانے کا ایک سالانہ پروگرام ہے؛ جس میں سال بھر لوگوں کی توجہ صحت پر مرکوز رکھنے کی ہدایت دی جاتی ہے اور صحت افزاء پروگراموں کو جاری رکھنے کے لئے ایک مخصوص موضوع کا انتخاب بھی کیا جاتا ہے۔

عالمی سطح پر صحت کے سنگین مسائل کو عالمی یوم صحت کا موضوع بنایا جاتا ہے؛ جس کے تحت اسکولوں، کالجوں عوامی مقامات اور دیگر متعلقہ طبی تنظیموں اور ڈبلیو ایچ او کے ذریعہ کئی طرح کے پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں اور لوگوں میں شعور وآگہی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ڈبلیو ایچ او، اقوام متحدہ کے تحت طب کے میدان میں کام کرنے والی ایک عالمی تنظیم ہے جس نے مختلف ترقی یافتہ ممالک میں جذام، پولیو، چیچک، دمہ سمیت کئی سنگین بیماریوں کو اپنے قیام کے دن سے مٹانے کی کوشش کی ہے اور ایک صحت مند دنیا کی تعمیر کے ہدف میں اہم رول ادا کیا ہے، اس کے پاس عالمی صحت کی رپورٹ کے تمام اعداد وشمار موجود ہیں۔

یہاں غور کرنے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مغرب کی جانب سے ہر سال بڑے پیمانے پر یوم صحت منایا جاتا ہے؛ مگر مضرِّ صحت نت نئی غذاؤں کا فروغ، نشہ آور اشیاء کی کثرت، نائیٹ ڈیوٹی کی شکل میں مناسب نیند سے محرومی ، بدکاری وزناکاری کے ذریعہ مختلف امراض کا شیوع بھی مغرب ہی کی دین ہے جو صحت کو متاثر کرنے اور انسانیت کو ہلاکت کے دہانے پر لا کھڑا کرنے میں مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں۔

عالمی یوم صحت کیوں منایا جاتا ہے:

صحت، تمام ترقیوں کی شاہ کلید ہے، صحت کی نعمت سے محروم شخص اپنی ذاتی قوت وصلاحیت کے استعمال سے معاشرے کی صلاح وفلاح کے لیے خدمات انجام دینے کے قابل نہیں ہوتا، صحت کا فقدان صرف جسم ہی نہیں بلکہ دل ودماغ خیالات وافکار اخلاق وافعال سب کو متاثر کرتا ہے، ایک عربی کہاوت ہے کہ ''جو شخص صحت رکھتا ہے وہ امید رکھتا ہے اور جو شخص امید رکھتا ہے وہ سب کچھ رکھتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ صحت، نعمت خداوندی اور دولت بے بہا ہے جس کے پاس صحت ہے وہ دنیا کا سب سے دولت مند انسان ہے اور جس کے پاس صحت نہیں ہے وہ سب سے بڑا مفلس ہے، صحت مند رہنے کے لیے دنیا بھر کے محققین نے کئی اصول وضع کیے ہیں؛ جن کی افادیت مسلم ہے اور ان اصولوں پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف صحت مند رہا جاسکتا ہے؛ بلکہ اسباب کی اس دنیا میں لمبی زندگی بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔

شکاگو کی ایک یونیورسٹی کے استاد ڈاکٹر ڈیوڈ بیکر نے لمبی عمر پانے کے لیے ایک تحقیق سے نئی بات معلوم کی کہ ایسے افراد جن میں صحت کے معاملات کی سمجھ بوجھ زیادہ ہے ان میں مرنے کی شرح کم ہے۔

صحت اور اسلامی تعلیمات

جاننا چاہئے کہ انسانی صحت کا دارومدار محض جسمانی تندرستی وتوانائی اور ظاہری نشوونما پر نہیں ہے؛ بلکہ اس

کے علاوہ حفظانِ صحت کے اور بھی عوامل ہیں؛ جنہیں اطباء نے مفصل بیان کیا ہے۔ چناں چہ متوازن غذا، مناسب نیند، آلودگی سے پاک فضاء، طہارت ونظافت پر مشتمل ایک طویل خاکہ ہے؛ جس کو اپنا کر ہم ایک صحت منداور خوش گوار زندگی گذار سکتے ہیں۔

(۱) خوراک کے سلسلے میں:

حفظانِ صحت میں خوراک، ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، متوازن خوراک اور معتدل غذا سے انسان کی صحت برقرار رہتی ہے، وہ مناسب طور پر نشوونما پاتا ہے اور محنت کی قابلیت بھی پیدا ہوتی ہے۔ اس بارے میں قرآن نے صرف تین جملوں میں طب قدیم اور طب جدید کو سمیٹ لیا ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

''کھاؤ، پیو اور اس میں حد سے آگے نہ بڑھو۔'' (الاعراف:31) یہ تینوں وہ مسلمہ اصول ہیں جن میں کسی کا بھی اختلاف نہیں؛ کھانا پینا زندگی کی بنیادی ضرورت ہے، اس کے بغیر انسان زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا، اور نہ اپنے فرائض منصبی سے بہ طریقِ احسن عہدہ برآ ہوسکتا ہے، البتہ اس میں اعتدال سے کام لینا صحت کے لیے ضروری ہے۔ نہ کھانے، یا ضرورت سے کم کھانے سے جسمِ انسانی بیمار پڑ جاتا ہے، جبکہ ضرورت سے زیادہ کھانے سے معدہ پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ پڑتا ہے اور معدہ کی خرابی تمام امراض کی جڑ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''معدہ بدن کے لیے تالاب ہے اور رگیں اسی کی طرف جسم کے مختلف حصوں سے وارد ہیں، جب معدہ صحیح حالت میں ہو تو رگیں بھی جسم کے تمام حصوں کو صحت (صحیح خون) مہیا کرتی ہیں اور جب معدہ بیمار پڑ جائے تو اس سے رگوں کے ذریعے تمام جسم بیمار پڑ جاتا ہے۔'' (طبرانی۔المعجم الاوسط)

(۲) صفائی اور نفاست پسندی کے بارے میں:

گھر اور ماحول کی صفائی اور مزاج کی نفاست پسندی کا بھی صحت میں بڑا دخل ہے۔

اسلام نے انسانوں سے یہی مطالبہ کیا ہے کہ ان کی پوری زندگی پاک وصاف ہونی چاہیے۔ ارشاد ربانی ہے: ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین (البقرۃ:۲۲۲) "اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے، جو توبہ کار و یہ اختیار کریں اور خوب پاکیزہ رہیں"۔

ایک حدیث میں طہارت ونظافت پر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الطھور شطر الایمان (مسلم:۳۲۲)

"پاکی نصف ایمان ہے" مزید اس جانب توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ پاک وصاف ہے اور پاکی وصفائی سے محبت رکھتا ہے، کریم اور سخی ہے، کرم اور سخاوت کو پسند فرماتا ہے، اس لیے اپنے گھر بار، صحن (اور گلی کوچوں) کو صاف ستھرا رکھو۔'' (البزار فی مسندہ)

(۳) ورزش کے تعلق سے:

خوراک اُس وقت مفید ثابت ہوتی ہے جب وہ اچھی طرح ہضم ہو جائے، اور غذا ہضم کرنے کے لیے محنت اور ورزش کی ضرورت ہے، اگر کوئی شخص ایسا ہو جس کا مشغلہ پڑھنا پڑھانا، یا اور کوئی ایسا پیشہ ہو جس میں اسے ورزش کا موقع نہیں ملتا اور وہ اسلامی فرائض و واجبات بہ طریق احسن ادا کرتا ہے، تب تو اس کو ورزش کی اتنی ضرورت نہیں پڑتی، صبح سویرے اٹھنے، وضو، غسل کرنے، نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، حج اور جہاد کے لیے جانے اور دیگر اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے سے اس کی یہ ضرورت خود بہ خود پوری ہو سکتی ہے۔

تاہم اسلام میں بعض مفید ورزشوں کا جواز بھی موجود ہے، جو دورِ جدید کے بے ہودہ مشاغل اور انگریزی طرز کے کھیل کود سے بہ درجہا بہتر ہے۔ یہ مشاغل کھیل کود اور ورزش کے ساتھ ساتھ ایک مفید فن اور ہنر بھی ہیں، مثال کے طور پر: شاہ سواری، شرط لگائے بغیر گھڑ دوڑ کا مقابلہ، تیر اندازی، نشانہ بازی، شکار کھیلنا وغیرہ، ان ریاضتوں کی بہ دولت انسان کے تمام اعضا، خصوصاً آنکھ، کان، زبان، پٹھوں، گوشت پوست اور ہڈیوں وغیرہ کی ورزش ہوتی ہے۔

(۴) نیند اور آرام کی اہمیت پر:

نیند بھی حفظانِ صحت کے لیے ضروری ہے، ایک صحت مند انسان کے لیے دن رات میں آٹھ گھنٹے کی نیند ضروری ہوتی ہے، محنت اور دن بھر کام کاج کرنے سے جسمانی قوتیں تھک جاتی ہیں اور آرام کی طالب ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کو دن، رات میں تقسیم کر کے اس فطری ضرورت کو پورا کیا ہے، ارشاد خداوندی ہے: ''خدا ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں آرام کرو اور دن کو روشن بنایا (کہ اس میں کام کرو)۔'' (المومن:61)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بتایا ہوا نیند کا طریقہ بالکل فطری ہے اور حفظانِ صحت کے لیے اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ جلد سویا جائے، باوضو سویا جائے، صبح جلد اٹھنے کی فکر کی جائے، دوپہر میں قیلولہ کیا جائے وغیرہ۔

یوم صحت منانے والوں کے نام:

عالمی یوم صحت پر ہم یہی پیغام دینا چاہتے ہیں کہ اگر انسان اپنے آپ کو صحت مند اور توانا رکھنا چاہتا ہے تو اُس کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کو اپنانا ہوگا: صبح جلدی اٹھنا، مسواک کرنا، جب بھوک لگے تب کھانا، پیٹ بھرنے سے قبل کھانا چھوڑ دینا (یعنی کہ بھوک رکھ کر کھانا)، سادہ غذا کا استعمال

کرنا، صبح فجر کی نماز کے بعد واک کرنا، دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کرنا، رات کے کھانے کے بعد چہل قدمی کرنا، کھانا کھانے سے قبل ہاتھوں کو دھونا، کھانا کھانے کے بعد ہاتھوں کو دھو کر کسی کپڑے وغیرہ سے خشک کرنا، پانی کو تین سانسوں میں پینا، پانی بیٹھ کر پینا، دسترخوان بچھا کر کھانا کھانا، پلیٹ وغیرہ اچھی طرح صاف کرنا ،کھانے کے بعد ہاتھوں کی انگلیوں کو چاٹنا، نشہ آور اور مضر صحت چیزوں سے اجتناب کرنا وغیرہ غرض صحت مند رہنے کے بے شمار اصول ہیں جن میں موسمی ضرورت کے لحاظ سے سبزیوں کا استعمال بھی آدمی کو صحت مند رکھنے میں مدد دیتا ہے، آج جدید سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ صحت مند رہنے کے جو اصول اور طریقے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائے ہیں وہ طریقے قیامت تک آنے والے انسان کیلئے مشعل راہ ہیں۔

دنیا میں بے شمار بیماریاں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اگر بیماری کو پیدا کیا ہے تو اُس کی دوا بھی پیدا کی ہے، جدید سائنسی ریسرچ نے آج یہ بات ثابت کی ہے کہ انسانی جسم کے 365 جوڑ ہیں جب ایک مسلمان اپنے اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اچھے طریقہ سے نماز ادا کرتا ہے تو انسان کے تمام جوڑ حرکت کرتے ہیں جس سے تمام جسم کی ورزش ہوتی اور انسان متعدد امراض سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرعام رکھ دیا

ماہنامہ اشرف الجرائد حیدرآباد

ایک عظیم اصلاحی و دعوتی تحریک کا نام ہے۔ آپ بھی اس میں شریک ہو جائیے اور اپنے دوست و احباب کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیجئے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

یہ ماہنامہ www.Idara.info پر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

بصائر وحکم

واقعہ معراج کے چند نصیحت آمیز پہلو

از: مفتی غیاث الدین حسامی

واقعہ معراج قدرتِ خداوندی کا ایک عجیب اور بے مثال واقعہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک خصوصی اعزاز وامتیازی معجزہ ہے، اس واقعہ میں اللہ تعالی نے اپنی قدرت کے بے شمار عجائبات کو ظاہر کیا، یہ ہمارے لئے نہ صرف ایک واقعہ کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اس میں ہمارے لئے عبرت اور نصیحت کے بے شمار پہلو بھی موجود ہیں جس کے ذریعہ سے ہماری زندگی راہ راست پر آسکتی ہے، معراج کہتے ہیں اس سیڑھی کو جس کے ذریعہ اوپر چڑھا جائے، شبِ معراج میں چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیڑھی کے ذریعہ اسمان پر تشریف لے گئے، اور وہاں کے بہت سارے عجائباتِ قدرت کا نظارہ کئے اور وہاں پر موجود انبیاء کرام سے ملاقات کی، جنت اور دوزخ، نیز انسانی اعمال پر مرتب ہونے والے جزا یا سزا کا مشاہدہ کئے، اور ایک ہی رات کے کچھ وفقہ میں ان تمام چیزوں کے مشاہدے کے بعد واپس مکہ تشریف لے آئے، ذیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان مشاہدات کو تحریر کیا گیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوزخ کے سیر کے موقع پر دیکھا تھا۔

بے نمازی کا انجام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوزخ کے مشاہدہ کے لئے تشریف لے جارہے ہیں اور حضرت جبرئیلؑ ترجمانی کے حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوزخ کی سیر کرتے ہوئے ایک موقع پر ملاحظہ فرمایا کہ ایک بدنصیب قوم سخت تکالیف میں مبتلا ہے، انہیں زمین پر چت لٹا کر ان کے سروں کو بڑے بڑے پتھروں سے کچلا جارہا ہے، اس حالت کو دیکھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت افسوس کرتے ہوئے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا کہ اے جبرئیلؑ یہ کون بدنصیب لوگ ہیں، انہیں یہ عذاب کیوں دیا جارہا ہے، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ وہ لوگ ہیں جو نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ نماز کے لئے مسجد کو آتے تھے، جو سر اللہ کے سامنے نہیں جھکتا وہی سر یہاں کچلا جارہا ہے (تفسیر طبری ۹/۱۱) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو سر اپنے معبود حقیقی کے آگے نہیں جھکتا اس سر کو دوزخ میں دو پتھروں کے درمیان کچلا جائے گا، ہم سب کو اپنا اور اپنے اہل وعیال کا جائزہ لینا چاہئے کہ نماز جیسی

مہتم بالشان عبادت میں ہم سب سے کتنی کوتاہی ہورہی ہے، وہ نماز جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کی معراج ہے (تفسیر مظہری ۶/ ۵۳۹ مکتبۃ رشیدیۃ پاکستان) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے (نسائی شریف باب حب النساء حدیث نمبر: ۳۹۳۹)

جب نماز میں سستی اور کاہلی کرنے یا اسے تاخیر سے ادا کرنے پر اتنا سخت عذاب دیا جائے گا تو نماز چھوڑنے پر کتنا سخت عذاب ہوگا اس کا اندازہ ہم لگا سکتے ہیں، آج ہم معمولی باتوں اور کاموں کی وجہ سے نماز جیسی اہم عبادت کو چھوڑ دیتے ہیں، ہم کو ہر کام کے لئے وقت نکل سکتا ہے لیکن نماز کے لئے وقت نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے، اللہ حفاظت فرمائیں۔

زکوۃ نہ دینے والوں کی عبرتناک سزا

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے نمازی کو دیئے جانے والے عذاب کا مشاہدہ کرتے ہوئے افسوس کے ساتھ آگے بڑھے تھوڑی دور چلے ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ لوگ ننگے کھڑے ہیں صرف ستر اور شرمگاہ پر چند کپڑے ہیں اسی حالت میں وہ دوزخ کے جنگل کی گھانس، کانٹے، پتھر، انگارے سب کچھ کھاجاتے ہیں مگر پیٹ نہیں بھرتا، اس حالت کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں اور کس عمل کی ان کو یہ سزا دیجارہی ہے، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ لوگ اپنے مال کی زکوۃ نہیں ادا کیا کرتے تھے، مال کی زکوۃ نکالنے کے بجائے خود ہی اس مال کو کھالیا کرتے تھے، ان کی سزا میں کنکر پتھر اور انگارے جو ان کی کھانے کی چیز نہیں ہے انہیں کھلائی جارہی ہے (تفسیر طبری ۹/ ۱۱) حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوۃ ادا نہ کرنے والے شخص کو دوزخ کی چیزیں کھلائی جائے گی مگر پھر بھی اس کا پیٹ نہیں بھرے گا، زکوۃ کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ زکوۃ اسلام کا دوسرا اہم رکن ہے اور اللہ تعالی نے قرآن کریم میں جہاں نماز کا حکم دیا ہے وہی فوراً بعد زکوۃ کی ادائیگی کا بھی حکم دیا ہے، مشہور قول کے مطابق 82 جگہ نماز کے ساتھ زکوۃ کا حکم بھی فرمایا ہے، اور جہاں صرف زکوۃ کا حکم ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

(فضائل صدقات: ۲۱۷)

اور زکوۃ ادا نہ کرنے والے کے بارے میں قرآن کریم میں ہے کہ وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو جمع کرکے رکھتے ہیں اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو (سورۃ توبہ: ۳۴) دردناک عذاب کی جو شکلیں ہیں اس کا ذکر قرآن واحادیث میں موجود ہے کہ اس کے مال کو قیامت کے دن آگ میں تپا کر اس شخص کی پیشانی اور پہلو وغیرہ کو داغا جائے گا (مسلم باب اثم مانع الزکوۃ حدیث نمبر: ۹۸۷) اور اس

کے مال کو ازدھے کی شکل دی جائے گی جو اس کو ڈسے گا (بخاری باب اثم مانع الزکوۃ حدیث نمبر: ۱۴۰۳) آج امت کا بیشتر طبقہ اس اہم فریضہ سے غافل ہے اور بہت سارے حضرات ایسے بھی ہیں جو زکوۃ کو ایک بوجھ اور ٹیکس اور مال میں کمی سمجھتے ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوۃ کو مال میں اضافہ کا سبب بتلایا ہے۔

غیبت کرنے والوں کا حشر

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عذاب کا مشاہدہ کرتے ہوئے آگے بڑھے تھوڑی دور جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جگہ آدمی جمع ہیں اور ایک فرشتہ ان کے جسموں کا گوشت کاٹ کر ان ہی کو دیتے ہیں تاکہ کھائیں اور کہتے جاتے ہیں کہ جس طرح تو نے دنیا میں اپنے بھائیوں کا گوشت کھایا اس کی سزا میں آج تجھے اپنا گوشت کھانا پڑے گا، حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں اور انہیں کس جرم کی سزا دی جارہی ہے، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ غیبت کرنے والے لوگ ہیں ان کو قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا، قیامت تک یہ اپنا ہی گوشت کھاتے رہیں گے (تفسیر طبری ۹/۱۸) غیبت ایک ایسی بیماری ہے جو اپنے تمام نیکیوں کو ختم کردیتی ہے (شرح صحیح بخاری لابن بطال باب الغیبۃ وقولہ تعالی ولا یغتب بعضکم بعضا) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھاؤ، تم اس کو ناپسند کرتے ہو (الحجرات: ۱۲) آیت کی مراد سے واضح ہے کہ غیبت کرنا اور مردار بھائی کا گوشت کھانا دونوں برابر ہے، آج معاشرہ میں کوئی شخص بھی اس بیماری سے خالی نہیں ہے چاہے جاننے والا ہو یا جاہل ہو ہر آدمی کسی نہ کسی کی غیبت کرتے ہوئے نظر آئے گا، آج غیبت کی سنگینی اور اس کے مضر اثرات کا احساس ختم ہوگیا، اسے ٹائم پاس یا وقت گذاری کا نام دیدیا گیا ہے۔

بے عمل واعظوں کا بُرا انجام

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیبت کرنے والے شخص کے عذاب کا مشاہدہ کرتے ہوئے آگے بڑھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ بعض لوگوں کے حلق چیرے جارہے ہیں اور ان کے منھ میں چھریاں ماری جارہی ہیں، یہ منظر دیکھ کر رحم دل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ انہیں کس گناہ کی یہ سزا دی جارہی ہے، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ حضور یہ وہ واعظ ہیں جو لوگوں کو وعظ کہتے تھے اور خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے، (سیرت ابن ہشام: ۱۰۴) ہمارے لئے یہ مقام عبرت ہے کہ بے عمل واعظ کی یہ سخت ترین سزا کہ جس زبان سے وہ لوگوں کو وعظ کہتا تھا اسی زبان کو روز قیامت کاٹا جائے گا، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ تم لوگ دوسروں کو تو حکم کرتے ہو اور خود اس کو بھول جاتے ہو (البقرۃ: ۴۴) یعنی جس بات پر خود

عمل نہیں کرتے وہ دوسروں کو کہتے ہوئے شرم نہیں آتی، پہلے خود اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے دوسروں کو نصیحت کرنے کی ترغیب بھی دی ہے اور ارشاد فرمایا کہ نصیحت کرو کیونکہ نصیحت کرنا مؤمنین کو فائدہ دیتا ہے (الذاریات: ۵۵) لیکن نصیحت اسی وقت فائدہ دیتی ہے جب اس پر خود بھی عمل کرے۔

یتیموں کا مال کھانے والے

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے عمل واعظوں کے عذاب کا مشاہدہ کرتے ہوئے آگے بڑھے تھوڑی ہی دور بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ایک جماعت ہے ان کے منہ اونٹوں کے طرح ہیں اور فرشتے ان کا منہ چیر کر بڑے بڑے انگارے اس میں ڈال رہے ہیں، انگارے ان کے حلق سے نیچے اتر کر نجاست کے راستے سے باہر نکل جاتے ہیں جس کی وجہ سے یہ لوگ چیخ چیخ کر روتے ہیں، ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں اور انہیں یہ عذاب کیوں دیا جارہا ہے، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں یتیموں اور مسکینوں کا مال کھاتے تھے، اس لئے ان کو یہ عذاب دیا جارہا ہے (الرحیق المختوم: ۱۶۶) یتیم کا مال کھانا گویا اپنے پیٹ میں آگ کے انگارے جمع کرنا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ جو لوگ یتیم کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کو جمع کررہے ہیں (النساء: ۱۰)۔

دوسروں کو تکلیف دینے والوں کا انجام

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ظالم انسان کے عذاب کا مشاہدہ کرتے ہوئے آگے بڑھے تو دیکھا کہ سرِ راہ کچھ آدمی آگ کی سولیوں پر لٹکے ہوئے ہیں اور ان کا بدن کانٹے دار درخت کی طرح ہے اور کوئی ان کے قریب سے گذرتا تو وہ ان پر حملہ آور ہوتے، ان بدنصیب لوگوں کی یہ صورت حال دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں اور کس جرم کی یہ سزا دی جارہی ہے، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ وہ لوگ ہیں جو سرِ راہ بیٹھ کر راستہ چلنے والوں کو تکلیف دیا کرتے تھے آنکھوں سے اشارے کرتے، اور زبان سے گالیاں دیتے اور طعنے کسا کرتے اور لوگوں پر ہنستے تھے (سیرۃ المصطفی ۱/ ۲۹۳) یہ بھیانک عذاب کی شکل ان لوگوں کے لئے ہیں جو دوسروں کو تکلیف دیتے ہیں آج کے اس ماحول میں خصوصاً وہ نوجوان جو دوستوں کے ساتھ مل کر کالجوں کے پاس اور پارکوں میں، راستوں میں، رات کے وقت گھروں کے چبوتروں پر بیٹھ کر راستہ چلنے والے مرد وخواتین کو تکلیف دیتے ہیں ان پر طعنے کستے ہیں اور اشارے کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں جس کی وجہ سے محلہ کے دوسرے پڑوسیوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے، اور اس طرح کی ایذاء رسانی کو فخر سمجھا جاتا ہے اور دوستوں کے سامنے اسے کارنامہ کے طور پر پیش کرتے ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے

ایسے لوگوں کی مذمت کی اور ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بغیر کسی غلطی کے مومن مرد اور عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار اُٹھا لیتے ہیں (الاحزاب: ۵۸) جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کی عزت و آبرو سے کھیلنا حرام قرار دیا ہے (صحیح مسلم باب تحریم ظلم المسلم حدیث نمبر: ۳۲)

خیانت کرنے والوں کا انجام

دوسروں کو تکلیف دینے والے اس نامراد قوم کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے کچھ دور چلنے کے بعد ایک آدمی نظر آیا جو نہایت ہی کمزور و ناتواں ہے اور ایک بڑا لکڑیوں کا گھٹا باندھ کر اُسے اٹھانا چاہتا ہے لیکن وزنی ہونے کی وجہ سے اس سے وہ گھٹا اٹھایا نہیں جا رہا تھا مگر وہ شخص اس میں سے لکڑیاں نکالنے کے بجائے اور لکڑیاں اس میں ڈالتا جا رہا ہے پھر اُسے اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے، اس کم عقل آدمی کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون کم عقل آدمی ہے، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ امانتوں میں خیانت کرنے والا شخص ہے جو تھوڑے امانتوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تھا اور امانتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا (سیرۃ المصطفی ۱/ ۲۹۴)

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے خاص کر امانتوں کو ادا کرنے کا حکم دیا ہے جیسے إن الله يأمركم أن تؤدو الأمانات الى أهلها (النساء: ۵۸) ہمیں اس آیت سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ امانت کو ان کے اہل تک پہنچا دینا چاہئے، ایک موقع پر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بنو ابیرق کے واقعہ کے ذیل میں ارشاد فرمایا کہ آپ خیانت کرنے والوں کی طرف داری نہ کریں (النساء: ۱۰۵) اس لئے کہ خیانت کرنے والا گناہ گار اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے (النساء: ۱۰۷)

امانت کا مفہوم صرف مال تک محدود نہیں بلکہ اس کا مفہوم بہت وسیع ہے اگر کوئی راز کی بات کہے یہ بھی امانت ہے، یا کوئی مشورہ لے یا کوئی کسی کی اصلاح کے تعلق سے شکایت کرے یہ سب امانت ہے، اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی بات کرتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھے تو وہ امانت ہے۔

(ترمذی باب ماجاء ان المجالس امانۃ حدیث نمبر: ۱۹۵۹)

حاکموں کے پاس رعایا کی شکایات لے کر جانا

خیانت کرنے والے بدنصیب لوگوں کی سزا دیکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک جماعت ہے ان کے منہ، زبان اور ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور یہ سزا ان کو کیوں دی جا رہی ہے، حضرت جبرئیلؑ

نے عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حاکموں کے پاس رعایا کی جھوٹی خبریں پہنچا کر ان غریب رعایا پر ظلم کرتے تھے (طبری: ۱/۱۱) ظلم کی یہ شکل جس کو عرف میں چغل خوری کہتے ہیں اس کے ذریعہ سے دو آمیوں یا دو خاندانوں کے درمیان بدظنی یا لڑائی جھگڑا کرایا جاتا ہے، ایسے لوگوں کی یہ سزا ہے کہ جس زبان سے یہ چغل خوری کرتا تھا اسی زبان کو کاٹا جائے گا، اگر چغل خوری کی حقیقت پر غور کرے تو اس میں صرف گناہ ہی گناہ ہے چغلی کہتے ہیں کسی کا عیب یا ایسا قول وفعل جس کو وہ چھپانا چاہتا ہے دوسروں کے سامنے ظاہر کرنا، پھر اگر وہ عیب واقعی اس آدمی میں ہے تو یہ چغلی ہے جو گناہِ کبیرہ ہے اور اس کا اظہار کرنا غیبت ہے یہ دوسرا گناہِ کبیرہ ہے اور اگر وہ عیب اس آدمی کے اندر نہیں ہے تو یہ افتراء ہے یہ تیسرا گناہِ کبیرہ ہے۔ (شریعت وطریقت ۱۷۵)

یہ چند مشاہدات ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شبِ معراج میں ہوئے اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے مشاہدات ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کی تعلیم کے لئے بیان کیا ہے، اور لوگوں کو یہ درس دیا ہے کہ اپنے اندر صفات حمیدہ پیدا کر کے صفات رذیلہ سے اپنے آپ کو پاک وصاف کریں، یوں تو یہ مشاہدات احادیث میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں؛ لیکن یہاں اختصاراً انہیں حذف کیا جاتا ہے۔

(بقیہ صفحہ :۴۸ سے)

حق ادا کر دیا، وہ خاص بات جو حضرت کی اس شرح کو دیگر شروحات سے ممتاز کرتی ہے وہ حوالہ جات کا اہتمام اور مدلل گفتگو ہے، کتاب پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ آپ نے مسائل کے حل کرنے کیلئے کیسی کیسی کتابوں سے مراجعت کی جس کے بارے میں دار العلوم دیوبند کے نائب ناظم تعلیمات حضرت مولانا محمد افضل صاحب کیموری دامت برکاتہم رقمطراز ہیں: ''مسائل کی تحقیق وجستجو میں انہوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی، حوالہ جات کا اہتمام کیا ہے، حل کتاب میں بنیادی مراجع سے استفادہ کیا ہے۔۔الخ''

الغرض یہ کتاب جو کہ بظاہر شرح الوقایۃ کی شرح ہے لیکن اپنے اندر کئی کتابوں کے علوم لئے ہوئے ہے جس کی وجہ سے فقہ کے ''کتاب النکاح سے کتاب العتاق'' تک کے ابواب خواہ کسی کتاب کے ہوں اس کتاب سے حل کئے جاسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہیکہ وہ اس کتاب سے امت کو خصوصاً طلبہ مدارس کو بے انتہاء نفع پہنچائے اور شارح کے حق میں ذخیرۂ آخرت بنائے، اور شارح اس کتاب پر مزید کام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اسے بھی جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور اس سے بھی ملت کو مستفید ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

لمحہ فکریہ

تہذیبی ارتداد

از: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی*

ایمان کچھ حقیقتوں کو ماننے کا نام ہے، جن میں سب سے اہم اللہ پر، رسول پر، اللہ کی کتاب پر اور آخرت پر ایمان لانا ہے؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایمانیات ہی پر زور نہیں دیا؛ بلکہ عبادات، معاملات اور زندگی کے تمام شعبوں میں اپنی ہدایات سے سرفراز فرمایا اور پوری قوت اور تاکید کے ساتھ اُمتِ مسلمہ کو ان تعلیمات پر کاربند رہنے کی تلقین فرمائی؛ کیوں کہ کسی قوم کے لئے اپنے تشخص کو برقرار رکھنا صرف عقیدہ کے ذریعہ ممکن نہیں؛ بلکہ تہذیب و معاشرت کو بھی اس میں بڑا دخل ہے، ہندوستان میں کتنی ہی قومیں ہیں، جو آج ہندو قوم کا حصہ بن چکی ہیں، وہ اعتقادی اور نظریاتی اعتبار سے اپنا الگ وجود رکھتی ہیں؛ لیکن انھوں نے دوسری قوموں سے سماجی اور تہذیبی فاصلہ قائم نہیں رکھا، رہن سہن، لباس و پوشاک، خورد و نوش، شادی بیاہ، خوشی اور غم کی تقریبات وغیرہ میں انھوں نے اپنا رنگ برقرار نہیں رکھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ انھوں نے اپنا تشخص کھو دیا اور آج ہندو قوم ان کو اپنا ایک حصہ تصور کرتا ہے۔

اس وقت پوری دنیا میں اس بات کی کوشش کی جارہی ہے، کہ مسلمانوں کو ان کے مذہبی تشخص سے محروم کر دیا جائے؛ کیوں کہ جب کوئی قوم اپنی سماجی انفرادیت سے محروم ہوجاتی ہے، تو وہ آہستہ آہستہ دین و مذہب ہی سے اپنا رشتہ توڑ لیتی ہے اور اگر وہ کسی دوسرے مذہب کے دائرہ میں داخل نہ ہو، جب بھی الحاد و انکار کا راستہ اختیار کر لیتی ہے، یا کم سے کم وہ مذہب کے بارے میں غیر سنجیدہ رویہ اختیار کر لیتی ہے، غیر سنجیدہ رویہ سے مراد یہ ہے کہ مذہب سے اس کی کوئی ذہنی اور فکری وابستگی نہیں ہوتی؛ البتہ وہ اسے ایک خاندانی روایت سمجھ کر ڈھوتی رہتی ہے، مذہبی اقدار پر اس کا کوئی یقین نہیں ہوتا؛ البتہ خاندانی روایت کے تحت خاص خاص مذہبی تقریبات اور تہواروں میں اس کی شرکت ہوجاتی ہے اور گاہے گاہے کچھ عبادت کی توفیق میسر آجاتی ہے؛ لیکن حلال و حرام، معاملات، کسبِ معاش اور سماجی زندگی میں مذہب کے لئے کوئی خانہ نہیں ہوتا، اسی کیفیت کو میں نے ''تہذیبی ارتداد'' سے تعبیر کیا ہے۔

*ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

یہ ارتداد دبے پاؤں آتا ہے، غیر محسوس طریقہ پر داخل ہوتا ہے اور ایسا میٹھا زہر بن کر حلق سے اترتا ہے کہ زہر کھا کر بھی انسان تحسین وآفریں کے کلمات کہہ اُٹھتا ہے، یہ ارتداد نہ سوئے ہوؤں کو جگاتا ہے، نہ غافلوں کو متوجہ کرتا ہے، نہ فکر مند دِلوں میں تلاطم پیدا کرتا ہے، نہ قلب وذہن کو جھنجھوڑتا ہے اور نہ اس کی وجہ سے سماج میں کوئی ہلچل پیدا ہوتی ہے، یہ اس بیماری کی طرح ہے، جو بہ ظاہر ہلکی ہو؛ لیکن بہ تدریج انسان کو موت کی طرف لے جائے اور یہ ایسا نشہ ہے کہ مقتول خود قتل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے، اس لئے اس ارتداد کو خوب سمجھنے، اس کے اسباب پر نظر رکھنے اور اس کے نتائج وعواقب پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اس وقت پوری دنیا جو بنیادی طور پر یہودی دماغ اور یہودی منصوبہ بندی کی آلۂ کار بنی ہوئی ہے اور اس کے اشارۂ چشم وابرو پر رقصاں ہے، اس بات کے لئے کوشاں ہے کہ اگر مسلمانوں کو کھلے عام مرتد نہیں کیا جاسکتا، تو ان پر ایسی زبردست تمدنی یلغار کردی جائے کہ وہ خوشی خوشی تہذیبی ارتداد کو قبول کرلیں اور اس مقصد کے لئے اتنے طاقتور حربے استعمال کئے جارہے ہیں کہ بہ ظاہر اس سے زیادہ دوررس اور قوی ومؤثر کوئی اور ذریعہ نہیں، ٹی وی نے اس رفتار کو بہت تیز کردیا ہے اور ڈش انٹینا کی وجہ سے مسلمان ملکوں اور مشرقی ملکوں میں ایسے فحش پروگرام کا ایک طوفان سا آگیا ہے کہ جن کا اسلام اور مسلم سماج میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، اب انٹرنیٹ نے اس تہذیبی یلغار کو مزید طاقت ور بنادیا ہے اور ایک ایسی چیز جو بہترین تعمیری اور تعلیمی مقاصد کے لئے استعمال ہو سکتی تھی، انتہائی تخریبی اور غیر اخلاقی مہم جوئی کا آلۂ کار بنی ہوئی ہے، اب جو نئی معاشی اصلاحات کا عمل پوری دنیا میں جاری ہے اور ''عالمیانے'' کی نئی اصطلاح شروع ہوئی ہے، اس کے نتیجہ میں مغربی صحافت، مغربی لٹریچر اور مغربی کمپنیوں کے وساطت سے مخرب اخلاق غذائی اور غیر غذائی اشیاء کی آمد کا ایک سیل بلا خیز جاری وساری ہے

اس وقت اس منصوبہ کے نقوش مشرقی علاقوں میں اور مسلم ملکوں میں نہایت واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں، ادھر چند سالوں میں عرب اور اسلامی ممالک میں خواتین کے لباس اس قدر تبدیل ہوگئے ہیں کہ امریکی ویورپی ملبوسات اور عرب خواتین کے ملبوسات میں کوئی فرق باقی نہیں رہا، بہت سے عرب اور مسلم ممالک وہ ہیں جہاں عوام تو کجا؟ علماء بھی داڑھی نہیں رکھتے، ڈاڑھی جسے کسی زمانہ میں صلاح وتقویٰ اور شرافت واعتماد کی علامت سمجھا جاتا تھا، اب دہشت گردی اور شدت پسندی کی پہچان سمجھی جاتی ہے، مجھے ایک بار حج کے موقع سے مکہ مکرمہ میں ایک ہوٹل میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا، جس کے استقبالیہ پر ایک دین دار، خوش شکل، مصری نوجوان لڑکا بیٹھا کرتا تھا اور اس کے چہرے پر داڑھی بہت بھلی محسوس ہوتی تھی، میں اکثر عشاء کے بعد مسجد سے واپس ہوتے ہوئے دو چار منٹ اس کے پاس بیٹھ جاتا، کبھی مذہب پر، کبھی عربی زبان کے بارے میں اور کبھی مصر میں مسلمانوں کے

حالات کے متعلق اس سے گفتگو ہوتی، وہ بہت برجستہ اور بہت ہی بلیغ اور سہل عربی زبان میں گفتگو کرتا اور بہت ہی اخلاق ومروت سے پیش آتا، اس لئے اس نوجوان سے گفتگو کرتے ہوئے لطف سا آتا تھا، میں نے ایک دن کہا کہ مصر کے لوگ عام طور پر داڑھی نہیں رکھتے؛ لیکن آپ نے جو داڑھی رکھی ہے، یہ بہت اچھی بات ہے، اس سے آپ کے چہرے پر ایک نورانیت اور معصومیت سی معلوم ہوتی ہے، میری یہ بات سن کر وہ افسردہ سا ہو گیا اور اس نے سنجیدہ ہو کر کہا کہ شیخ آپ سچ کہتے ہیں، میں داڑھی رکھنا چاہتا ہوں؛ لیکن مصر میں داڑھی رکھنے میں بڑی مشکلات ہیں، ہمارے یہاں داڑھی رکھنے والوں کو باضابطہ اپنا رجسٹریشن کرانا پڑتا ہے، میں جب پہلی بار داڑھی رکھ کر اپنے وطن گیا تو مجھے سات آٹھ گھنٹہ ایر پورٹ پر تفتیش کے لئے روک لیا گیا اور میرے پورے اہل خاندان کو طلب کیا گیا، جن میں میری ماں اور بہنیں بھی تھیں اور ان سے بھی کافی دیر تک تفتیش کی گئی، اس کے بعد سے مجبوراً میں مصر جاتے ہوئے اپنی داڑھی صاف کرا لیتا ہوں اور واپسی کے بعد پھر داڑھی رکھ لیتا ہوں غور کیجئے! کیسا غضب ہے کہ ایک مسلمان ملک میں مسلمانوں کو داڑھی رکھنے کی اجازت نہ ہو، کاش! یہ اسرائیل ہی سے سبق حاصل کرتے جہاں یہودی مذہبی طبقے کے داڑھی رکھنے کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، جب مسلمان ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کا یہ حال ہے تو ان مسلمانوں کے بارے میں کیا کہا جائے، جو مغربی ثقافت کی آغوش میں محو غفلت ہیں اور اسے دنیا ہی میں جنت تصور کرتے ہیں۔

اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ مغربی ممالک نے عرب اور اسلامی ممالک اور مختلف علاقوں میں بسنے والے تارکین وطن مسلمانوں کے لئے فراخ دلی کے ساتھ اپنا دامن دل کھول رکھا ہے، انھیں شہریت دی جاتی ہے، انھیں ملازمت اور مزدوری کے مواقع ملتے ہیں، اور انھیں اپنے ملکوں سے بڑھ کر شہری حقوق دے دئے جاتے ہیں، تارکین وطن خوش ہیں کہ انھیں پھلنے، پھولنے اور آگے بڑھنے کے بھرپور مواقع ہاتھ آرہے ہیں؛ لیکن انھیں نہیں معلوم کہ وہ ان ممالک کے ہاتھوں اپنی اگلی نسلوں کا سودا کر رہے ہیں؛ چنانچہ لاکھوں عرب اور فلسطینی جو پچاس سال پہلے امریکہ گئے، اب ان میں اپنے مسلمان ہونے کی پہچان بھی باقی نہیں رہی، مذہبی شعور رخصت ہوا، رہن سہن بدل گیا، زندگی کے طور وطریق تبدیل ہو گئے، یہاں تک کہ ان کے نام میں بھی مسلمانیت کی کوئی بو باقی نہیں رہ گئی ہے؛ حالاں کہ ان کے آباء واجداد راسخ العقیدہ مسلمان اور عرب تہذیب کے علمبردار بن کر یہاں آئے تھے، اگر آج ان گذری ہوئی روحوں کو دوسری زندگی دے دی جائے تو شاید ہی وہ خود اپنی نسل اور اپنی اولاد کو پہچان سکیں، یہ ہے اس تہذیبی ارتداد کا اثر، جو بہ تدریج افراد واقوام کو فطری اور اعتقادی ارتداد کی طرف لے جاتا ہے!

اسی پس منظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اور مماثلت اختیار کی، وہ ان ہی میں سے ہوگیا، اس روایت کو امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور امام طبرانیؒ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے روایت کیا ہے اور علامہ سیوطیؒ نے اس حدیث کو ''حسن'' یعنی مقبول قرار دیا ہے، (الجامع الصغیر، حدیث نمبر: ۸۵۹۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں عقیدۂ وایمان میں غیر مسلموں سے مماثلت مراد نہیں ہے؛ کیوں کہ جو شخص عقیدہ کے اعتبار سے غیر اسلامی فکر اختیار کرلے، وہ تو پہلے ہی سے مسلمان نہیں ہے، اس کے غیر مسلموں سے مشابہت اختیار کرنے کے کیا معنی؟ لہٰذا اس حدیث میں عملی اور سماجی زندگی میں غیر مسلموں کے تشبہ سے منع فرمایا گیا ہے اور مختلف مسائل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح وتوضیح نے اس نکتہ کو مزید واضح کیا ہے، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج نکلنے، سورج ڈوبنے اور سورج کے نصف آسمان پر ہونے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ کہ یہی اوقات عام طور پر مشرک اور آفتاب پرست قوموں کی عبادت کے رہے ہیں، جو قومیں سورج کی پرستار ہیں، وہ ان ہی اوقات میں سورج کی پوجا کرتی ہیں، اس لئے ان اوقات میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا۔

روزہ میں حکم دیا گیا کہ افطار جلدی کیا جائے، افطار میں تاخیر نہ کی جائے؛ کیوں کہ افطار میں تاخیر اہل کتاب کا طریقہ ہے، یومِ عاشوراء کے ساتھ مزید ایک روزہ رکھنے کا حکم ہوا؛ کیوں کہ اس دن یہود بھی روزہ رکھا کرتے تھے؛ تاکہ مسلمان اپنی عبادت میں ان سے ممتاز رہیں، حج میں بہت سے ایسے افعال جن کو مشرکین بہت اہمیت دیتے تھے، اسلام نے ان کو ختم کیا، یا ان میں تبدیلی پیدا کی، پھر یہی ہدایات آپ نے وضع قطع اور لباس وپوشاک کے بارے میں بھی دی، مجوسی داڑھی منڈایا کرتے تھے، آپ نے اس سے منع فرمایا، اہل ایران اظہار فخر کے لئے ٹخنوں سے نیچے کپڑے پہنتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا، اہل مکہ سر میں مانگ بھی نکالا کرتے تھے؛ چنانچہ مکی زندگی میں آپ نے سیدھے بال رکھنے کو پسند فرمایا؛ تاکہ مسلمان ان سے ممتاز رہیں، مدینہ میں یہود سیدھے بال رکھتے تھے، تو وہاں آپ نے مانگ نکالنے کو پسند فرمایا، پھر جب تمام عرب نے اسلام قبول کرلیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں طرح بال رکھنے کی اجازت مرحمت فرمادی، اسی طرح عرب یا تو صرف ٹوپی پہنتے تھے، یا صرف عمامہ باندھتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ابتداءً ہدایت دی تھی کہ وہ ٹوپی اور عمامہ دونوں کا استعمال کریں؛ تاکہ ان کے اور مشرکین کے درمیان امتیاز باقی رہے، بعد کو جب اہل عرب ایمان لے آئے، تو آپ نے صرف ٹوپی یا صرف عمامہ کے استعمال کی بھی اجازت مرحمت فرمائی۔

دین کا یہ مزاج کہ مسلمانوں کو قومی اعتبار سے دوسری اقوام سے ممتاز اور مشخص رہنا چاہئے، فقہاء نے بھی

اپنے اجتہاد واستنباط اور قانون شرع کی تشریح وتوضیح میں ہمیشہ اس کو ملحوظ رکھا ہے اور لباس و پوشاک، خورد ونوش، عبادات، یہاں تک کہ عبادت گاہوں کے طرزِ تعمیر وغیرہ ہر مرحلہ پر ایک بنیادی اُصول کی حیثیت سے اس بات کو پیش نظر رکھا ہے کہ مسلمان ایک امتیازی شان اور وہ اپنے دین ومذہب اور تہذیب وتمدن میں دوسری قوموں سے ممتاز اور مشخص رہیں؛ کیوں کہ جب کوئی قوم اپنی تہذیب سے محروم ہوجاتی ہے اور تمدن وثقافت کے میدان میں دریوزہ گری پر اتر آتی ہے تو پھر آہستہ آہستہ وہ اپنے فکر وعقیدہ سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔

ہندوستان میں اس وقت سنگھ پریوار کی جانب سے اس بات کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمان نماز پڑھیں، مسجدوں کو جائیں، عید بقرعید وغیرہ کرلیا کریں؛ لیکن اسلامی تہذیب کو خیر باد کہہ دیں، اس کے لئے بہ ظاہر معمولی؛ لیکن نتائج کے اعتبار سے دوررس اقدامات کئے جارہے ہیں، نصاب تعلیم میں تبدیلی لائی جارہی ہے، ہندوازم کو ایک نظریہ وعقیدہ کے بجائے قومی ثقافت کے روپ میں پیش کیا جارہا ہے، اسکولوں میں دیویوں، دیوتاؤں کی مورتیاں رکھی جاتی ہیں، ہندو مذہبی تقریبات میں مسلمانوں کو دعوت دی جاتی ہے اور انھیں شریک کیا جاتا ہے اور ہمارے مسلمان نوجوان دیوالی اور ہولی میں ذوق وشوق کے ساتھ شریک ہورہے ہیں، مردوں اور عورتوں کے لئے دھوتی نما پائجامہ بنائے جارہے ہیں، بہت سے علاقوں میں مسلمان عورتیں ہندوانہ رسم ورواج کے مطابق سِندور لگاتی، یا کالی پوت کے ہار پہنتی ہیں، بین مذہب شادی بیاہ کا رواج بھی بڑھ رہا ہے، بعض جگہ مسلمان بچوں کے ہندی نام بھی رکھے جارہے ہیں، ٹی وی پروگراموں کا ہندوکرن کیا جارہا ہے اور ہندو دیوتاؤں اور فرمانرواؤں کو قومی ہیرو کے روپ میں پیش کیا جارہا ہے اور اس طرح کی بہت سی چیزیں ہیں، جو ہمارے سماج میں دبے پاؤں آگے بڑھ رہی ہیں، آج ہم ان کے قدموں کی آہٹ سننے سے قاصر ہیں؛ لیکن اگر ہم نے حالات کو محسوس نہیں کیا تو مستقبل میں اس سے ناقابل تلافی نقصان کا اندیشہ ہے، اس لئے اس وقت اس تہذیبی ارتداد کی طرف بڑھتے ہوئے قدم کو پوری قوت کے ساتھ روکنے کی ضرورت ہے کہ یہ محض سیاسی وثقافتی مسئلہ نہیں؛ بلکہ اپنے دوررس اثرات کے اعتبار سے ہمارے ملی بقا اور دینی تحفظ کا مسئلہ ہے!

لمحہ فکریہ

موجودہ حالات کا صبر واستقامت اور حکمت عملی سے مقابلہ کریں!

حضرت مولانا اسرار الحق قاسمی*

اس وقت مسلمانوں کو سب سے زیادہ جس چیلنج کا سامنا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے مذہبی اور ملی تشخص کو مٹانے کے لیے تاریخی کرداروں کو بگاڑ کر پیش کرتے ہوئے ان کو تشدد پسند ملت قرار دیا جارہا ہے، جس کے نتیجہ میں پورے ملک کے اندر شکوہ وشکایت، خود غرضیوں اور فرقہ وارانہ ٹکراؤ کا ماحول بن گیا ہے، اس سنگین صورت حال کو دور کرنے کے تعلق سے ہم کو سنجیدہ اور تعمیری انداز اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ صرف حق تلفی کرنے والے کے خلاف آواز اٹھانے سے مسئلہ کم حل ہوتا ہے، آواز اٹھانا غلط نہیں ہے، البتہ اس سے زیادہ ٹھوس عملی کوششوں کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ہم کو تعلیم کی سرکاری سہولتوں کے ساتھ تعلیم کے نجی ذرائع اور وسائلِ ابلاغ کو مؤثر ڈھنگ سے اختیار کرنے کے ساتھ ادبی وثقافتی سیمیناروں، سماجی اجتماعات اور اخلاقی ملاقاتوں اور گفتگو کے دیگر ذرائع سے بھی کام لینا چاہئے۔ اس سے کم از کم معاندانہ مقصد نہ رکھنے والے ذہنوں کی غلط فہمیاں دور کی جاسکتی ہیں۔ کوئی بھی قوم ہو اس میں معتدل سوچ رکھنے والوں کی ہی اکثریت ہوتی ہے، ہندوستان کی سطح تک تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں شدت پسندوں کی تعداد نہایت کم ہے، ان کو اصل صورت حال سے نہ صرف واقف کرایا جاسکتا ہے بلکہ ہم نوا بھی بنایا جاسکتا ہے۔ مذکورہ بالا تدابیر کے پہلو کو اختیار کرنے کے ساتھ رضائے الٰہی کے حصول کے پہلو کی طرف سے بھی بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے سب سے اہم چیز یہ ہے کہ ہم اپنی سماجی اور انفرادی زندگی کو اسلام کی درست تعلیمات کی روشنی میں ڈھالنے اور برتنے کی کوشش کریں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک شاندار ماضی ہے۔ ان کے ہزار سالہ انسانی اور وطنی خدمات کے نقوش یہاں کی در ودیوار پر کندہ ہیں۔ ہندوستانی ثقافت کو زینت بخشنے، ہندوستان کی سائنسی، فلسفیانہ اور ادبی روایات کو تحفظ فراہم کرنے نیز آرٹ، دستکاری اور فن تعمیرات کے نشو ونما میں مسلمانوں نے تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ ملک کی طویل تحریک آزادی میں شروع سے اخیر تک مسلمانوں کا زبردست مجاہدانہ وقائدانہ رول رہا اور بے مثال جانی ومالی قربانیاں دے کر انھوں نے حب الوطنی کی ایک سنہری تاریخ رقم کی ہے۔ آج اگرچہ مسلم مجاہدین

*صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن

آزادی کو بھلا دینے کا رجحان عام ہو گیا ہے، مگر اس حقیقت سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں ہے کہ 1757ء اور 1799ء میں برطانوی سامراجیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان نے اپنی لاشوں کی دیواروں سے روکنے کی کوشش کی تھی اور 1857ء کی جنگ آزادی کی قیادت بہادر شاہ ظفر نے کی تھی۔ مسلمانوں میں بجا طور پر یہ احساس عام ہے کہ ہم یہاں پیدا ہوئے، یہاں ہیں اور یہیں رہیں گے۔ ہم یہاں کی قومیت، یہاں کی ثقافت اور یہاں کے تمدن میں اس طرح پیوست ہیں کہ ہم کو جدا نہیں کیا جا سکتا، اس ملک میں ہم کرایہ دار نہیں بلکہ ہماری حیثیت مالکانہ ہے، برادرانِ وطن کے ساتھ ہمارا بھی اس وطن پر برابر کا حق ہے اور اس کی تعمیر و ترقی کی ذمہ داری ہم سب کی ہے۔ ہندوستان میں مسلم دور کے آغاز 1713ء سے لیکر 1741ء تک یعنی مغلیہ سلطنت کے طاقت ور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ (وفات: 1707ء) کے جانشینی کے عہد تک ہندوستان میں کبھی مذہب کے نام پر فساد یا ہندو مسلم کے نام پر تصادم نہیں ہوا۔ ملک میں ہندو اور مسلمان دونوں ساتھ رہتے تھے اور دونوں ایک دوسرے کے دکھ درد خوشی و غمی میں برابر کے شریک تھے، دونوں میں سے کسی بھی طبقے کو دوسرے سے کوئی خوف اور گھبراہٹ نہیں ہوتی تھی، بلکہ بھائیوں کی طرح رہتے تھے، مگر پھر انگریزوں کی آمد کے بعد ان کی شاطرانہ چالوں کی بدولت دونوں فرقوں کے مابین نفرت کی بیج بونے کا سلسلہ شروع ہوا اور مذہب کی بنیاد پر پہلا ہندو مسلم فساد 1741ء میں مرشد آباد، بنگال میں پھوٹ پڑا۔ انگریز گورنر لارڈ کلائیو کی ایما پر اس کے ایک منشی (سکریٹری) نے مرشد آباد میں مسلمانوں کے داڑھی رکھنے پر پابندی عائد کر دی۔ ڈاڑھی رکھنے پر جرمانے اور ٹیکس لگائے جانے سے مسلمان بھڑک اٹھے، ہندو منشی اور اس کے کارندوں سے جا بھڑے۔ اس تصادم کو لارڈ کلائیو نے بڑی چالاکی سے ہندو مسلم فساد قرار دے دیا۔ اس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی نے لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی اختیار کی اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین نفرت و عداوت کے شرمناک دور کا آغاز ہو گیا۔ یہ سلسلہ بڑھتا گیا، یہاں تک کہ ہندوؤں کی شدت پسند جماعت نے آر ایس ایس اور ہندو مہا سبھا کی شکل میں تنظیمی شکلیں اختیار کر لی، جبکہ دوسری طرف مسلم نوابوں، جاگیرداروں کی ٹولی نے مسلم لیگ کے نام سے ایک پارٹی تشکیل دی، جس پر مسلم نوازی کا ملمع چڑھا دیا گیا، اس کے بعد پورے ملک میں ہندو مسلم تفریق، نفرت و عداوت کا ایک لمبا سلسلہ چل پڑا۔ حتی کہ اسی کے نتیجے میں 1947ء میں ہندوستان کی آزادی کے ساتھ اس کی تقسیم بھی عمل میں آ گئی، اس تقسیم کے ذمہ دار مسلم مفاد پرست سیاست دانوں کے ساتھ ہندوؤں کے کئی قومی لیڈران بھی تھے، مگر ردعمل میں مسلمانانِ ہند کو بے اعتباری، بے یقینی اور عداوت و مخاصمت کی فضا کا سامنا کرنا پڑا۔ زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے صرف مسلمانوں کو تقسیمِ ہند کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ یہاں تک کہ مسلمانانِ ہند کے تئیں ہمدردی کا اظہار کرنے والے گاندھی جی کو ایک ایسے ہندو کے

ہاتھوں مار دیا گیا جو تشدد کا نمائندہ تھا۔ ہندوستان کو آج بھی اپنے سیکولر فضا پر حملے کا سامنا ہے۔ بابری مسجد کے انہدام کے بعد ایک ایڈیٹر نے بجا طور پر یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ گاندھی جی کو 30/جنوری کو گولی ماری گئی تھی۔ لیکن ان کی موت 6/دسمبر کو بابری مسجد کے انہدام کے دن ہوئی۔ پھر 2002ء میں گاندھی جی کو دوبارہ انہی کی ریاست گجرات میں قتل کیا گیا، جہاں اس وقت کے ریاست کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی نے سیکڑوں مسلمانوں کو قتل ہوتے دیکھا اور ان میں سے ہزاروں کو شہروں اور قریوں سے اجڑتے دیکھا۔ الغرض آزادی کے بعد سے اب تک مسلسل مسلمانوں کو ذہنی، معاشی و نفسیاتی طور پر دبانے اور انہیں کمزور کرنے کے حربے اختیار کیے گئے، مگر اس کے باوجود مسلمانوں نے ہندوستان میں ہی رہنے کو فوقیت دی اور اپنے وطن کی مٹی کی خوشبو کو اپنے سے جدا کرنا پسند نہیں کیا۔ تقسیم کے بعد کے برسوں میں انتہائی صبر آزما ماحول اور خوفناک چنوتیوں کے باوجود مسلمانوں نے نہ تو مایوسی اور ناامیدی کے آگے سپر ڈالا اور نہ ہی انھوں نے تشدد اور دہشت گردی کی راہ اپنائی، رفتہ رفتہ انھوں نے خود اعتمادی کی متاع گم گشتہ ڈھونڈھ لی اور ملک کے باوقار اور برابر کے شہری کی حیثیت جینے کا عزم مصمم کر لیا۔ مسلمان اس ملک سے سچی محبت کرتے ہیں اور وہ اس ملک کو فرقہ واریت اور فسطائیت کے راستہ پر کبھی نہیں دیکھ سکتے۔

اِس وقت اگرچہ بعض اسباب کی بنا پر ملکی سیاست میں فرقہ پرستانہ سوچ رکھنے والی قوتوں کا غلبہ ہے اور ان کا دائرہ پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیتا جا رہا ہے، مگر مسلمانوں کو اس سے گھبرانے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے اسی ملک میں رہتے ہوئے ماضی میں بھی ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کیا ہے اور کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ خود اس ملک کی سیکولر طاقتیں موجودہ حکومت اور فرقہ پرستانہ سیاسی نظریے کی سخت مخالف ہیں اور ملک کے انصاف پسند، جمہوریت میں یقین رکھنے والے ہندو بھی اس قسم کی سیاست کو زیادہ دن تک جھیل نہیں سکتے، جسے مودی اور ان کی پارٹی کے لیڈران ملک بھر میں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ اس موقع پر ہمارے لئے کرنے کا کام یہ ہے کہ اپنا محاسبہ کریں، اعمال و کردار کا جائزہ لیں اور اسے درست کرنے کی فکر کریں۔ مسلمانوں کا اجتماعی سیاسی شعور اس وقت خاص طور سے بحث و مباحثہ کا موضوع بنا ہوا ہے، جس کے کئی معقول اسباب بھی ہیں۔ حالیہ انتخابات بطور خاص یوپی کے الیکشن میں جہاں مودی اور ان کے لوگوں نے مختلف عنوانوں سے تمام ہندوؤں کو متحد کر دیا، وہیں مسلمان کوئی فیصلہ ہی نہ کر سکے اور مختلف سیاسی جماعتوں کی حمایت میں بٹ گئے۔ جس کے نتیجہ میں بیس فیصد ووٹ مکمل طور پر اپنی اہمیت ثابت کرنے میں قطعاً ناکام رہا۔ ملی سطح پر مسلمانوں کے سیاسی شعور کا بلند اور بیدار ہونا نہایت ضروری ہے اور ہمیں موجودہ حالات کا صبر و استقامت کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے اس کے لئے بھی منظم منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔

افاداتِ اکابر

احسن المجالس

نوی پیٹ، نظام آباد

مدرسہ احسن المدارس نظام آباد میں منعقدہ حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہٗ کی ماہانہ اصلاحی مجلس کے چند اقتباسات جسے مولانا محمد عبدالقیوم شاکر قاسمی مدرس مدرسہ مظہر العلوم نظام آباد نے قلمبند کر کے قارئینِ اشرف الجرائد کے لئے روانہ کیا ہے۔ از: مرتب غفرلہٗ

فرمایا: اللہ تعالیٰ خالق و مالک اور معبود ہے بندہ مخلوق ومملوک اور عبد ہے، بندوں کو بندگی اور عبدیت ہی زیب دیتی ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ دین اور خیر وثواب کے حصول میں محتاج بندہ بنیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنی ضرورت و احتیاج دکھلاتے رہیں، بندوں کو خالق کی شانِ بے نیازی سے ہر حال میں ڈرتے رہنا چاہئے کیونکہ دین کی ذرہ برابر ناقدری اور دینی محفلوں واجتماعات سے قدرے استغنائیت بھی ہمارے لئے عطاء خداوندی اور نعمت الٰہی سے محرومی کا ذریعہ بن سکتی ہے، اگر ہم دینی اعتبار سے بے نیازی برتیں گے لاپرواہی اور غفلت سے کام لیں گے تو کوئی بعید نہیں کہ اللہ پاک نعمتوں کے دروازوں کو بند کر دیں اس لئے دینی واصلاحی مجلسوں میں پورے اہتمام اور ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیٹھنا اور سننا چاہئے۔

فرمایا: اپنے آپ کو عاجز اور متواضع بنا کر رکھنا یہ شان عبدیت ہے اور عبدیت کیساتھ بندہ جب خدا اور رسول اور قرآن وحدیث کی باتوں کو سنتا ہے تو پھر اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے یہی وجہ تھی کہ اصحاب صفہ پوری فکر اور اہتمام کے ساتھ اللہ کے نبی ﷺ کی مجلس سے استفادہ کرتے تھے حتیٰ کہ جو صحابہؓ کسی ضروری کام اور غرض کی بناء پر پابندی سے حاضر نہیں ہو سکتے تھے انہوں نے آپس میں باری طئے کر لی تھی تاکہ نبی اکرم ﷺ کی مجلس سے محروم نہ ہونے پائے چونکہ صحابہ کرامؓ اپنے آپ کو دینی باتوں کا ضرورتمند سمجھتے تھے ہمیں بھی دینی واصلاحی مجلسوں کا اپنے آپ کو سب سے زیادہ محتاج سمجھنا چاہئے، دینی محفلوں اور مجلسوں کا میسر آنا بھی بڑے نصیب کی بات ہے، دنیا کی نعمتوں میں دوسروں کو اپنے سے زیادہ حقدار سمجھیں اور خیر وبھلائی کے کاموں میں دوسروں سے زیادہ اپنے آپ کو محتاج سمجھیں۔

فرمایا: غزوہ بدر کے موقع پر ۳۱۳ مجاہدین کے درمیان کل ۱۰۰ سواریاں تھیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سواری پر تین سواروں کو باری باری سفر کرنے کا حکم دیا اور خود اپنے ساتھ بھی دو صحابہ کرامؓ کو لیا تاکہ اپنی سواری پر بھی تین افراد ہو جائیں جب ایک منزل تک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر سوار ہوئے اور اتر کر دوسرے صحابی کو سواری کا موقع دینے لگے تو ان صحابیؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی! ہماری باری بھی آپ لے لیں اور آپ ہی سواری پر سوار رہیں ہم تو پیدل ہی چلیں گے تو اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ طاقت اور قوت میں تم مجھ سے زیادہ نہیں ہو اور ثواب کے محتاج وضرورت مند ہونے میں میں تم سے کم نہیں ہوں تو جب نبی اپنے آپ کو ثواب کا محتاج سمجھ رہے ہیں تو ہمیں تو اور زیادہ ثواب کی احتیاج ہے ہم اپنے آپ کو اس سے بے نیاز نہ سمجھیں۔

فرمایا: یہ دینی محفلیں اور پروگرام بہت مبارک مقام رکھتے ہیں، غفلت ولاپرواہی کی نذر کر کے ان کا مذاق نہ اڑاؤ، ان کی ناقدری نہ کرو۔ فتاویٰ قاضی خان کے حوالہ سے حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے مالابدمنہ (درس نظامی کی فارسی کتاب میں) باب کلمات الکفر میں نقل کیا ہے کہ دینی محفلوں اور مجلسوں کی اس ہیئت پر کچھ شرابی جمع ہو جائیں اور ایک آدمی بلند جگہ پر بیٹھ کر مذاق کی باتیں کریں اور سب سننے والے ہنسنے لگے تو وہ سب کے سب کافر ہو جائیں گے کیونکہ انہوں نے اس طرح کی ہیئت بنا کر دینی محفلوں کا مذاق اڑایا۔

فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواہ وہ جمعہ کا خطبہ ہو یا کوئی اور خطبہ کا موقع ہو اس کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھنے کی تاکید فرمائی کہ دینی باتوں کے بیان کے وقت غور سے سننا لازم ہے اس وقت نہ نماز پڑھی جائے نہ بات کی جائے بلکہ پورا ادب واحترام ملحوظ رکھا جائے کیونکہ کہنے والا اللہ ورسول کی، دین وشریعت کی باتیں سنا رہا ہے تو ہمیں اس کی بات کو غور سے سننا چاہئے۔ عربی کا مقولہ ہے لاتنظر الی من قال انظر الی ماقال کہنے والے کو مت دیکھو کہ چھوٹا ہے یا بڑا ہے بلکہ جو بات کہی جارہی ہے اس کو دیکھو، وہ عظمت والے خدا کا کلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور دین وشریعت کی بات بتلا رہا ہے؛ اس وجہ سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ بھائی! ہم تو اللہ کے بھنگی ہے جس طرح بادشاہ کے حکم کو سنانے کیلئے بھنگی ڈھنڈورا پیٹ کر یا طبلہ بجا کر پورے شہر کے لوگوں کو جمع کرتا ہے اور بادشاہ کا حکم عالی سناتا ہے اسی طرح ہم بھی لوگوں کو جمع کر کر کے اللہ رب العزت والجلال کے احکامات عالیہ لوگوں کو بتلاتے ہیں تم ہماری ذات پر نظر نہ کرو اس بادشاہ اور خالق ومالک کے حکم پر نظر کرو اور اس کی قدر کرو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

نقد وتبصرہ

نقد وتبصرہ

نام کتاب: الحمایۃ لشرح الوقایہ (از کتاب النکاح تا کتاب العتاق)

شارح :حضرت مولانا سہیل احمد غازی پوری دامت برکاتہم

صفحات: ۴۸۰

مبصر: مولانا محمد رضوان صاحب قاسمی (استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا)

ملنے کا پتے: مکتبہ اتحاد دیوبند، دارالعلوم رحمانیہ حیدرآباد

بخاری شریف کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین (رقم الحدیث ۷۱) یعنی اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے اپنے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں، اسی دین کی سمجھ کو تفقہ فی الدین اور فقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس فن میں کئی نابغۂ روزگار شخصیتوں نے خامہ فرسائی کی، کسی نے متون فقہ میں طبع آزمائی کی، تو کسی نے ان متون کی شرح وتشریح کے میدان میں قلم اٹھایا، انہیں متون میں سے ایک متن ''الوقایۃ'' بھی ہے، جس کی شرح شرح الوقایۃ کے نام سے مشہور ہے اور انتہائی اہم ہونے کے بنا کئی مدارس میں داخل درس ہے، اس کی بہت سی عربی وغیر عربی شروحات لکھی گئیں، عربی شروحات کی افادیت تو اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن غیر عربی شروحات خصوصاً اردو زبان میں لکھی جانے والی شروحات ایک زمانہ میں غیر مفید بلکہ مضر سمجھی جاتی تھیں، لیکن صلاحیتوں کے فقدان کے اس دور میں وہی اردو شروحات اکسیر بنتی جارہی ہیں، چنانچہ ''شرح الوقایۃ'' کی بھی کئی اردو شروحات لکھی گئیں، جنہوں نے اس کتاب کی تشریح و تسہیل کے بجائے اسے دشوار اور مشکل بنانے کا کام کیا، اللہ جزائے خیر عطاء فرمائے ہمارے استاذِ محترم حضرت مولانا سہیل احمد صاحب غازی پوری دامت برکاتہم کو ــــ جو دارالعلوم رحمانیہ حیدرآباد کے حدیث وفقہ کے مایہ ناز استاذ ہیں دارالعلوم دیوبند سے تخصص فی الحدیث کی تکمیل کئے ہوئے ہیں، اور تقریباً دس سال سے فقہ و حدیث ومنطق وغیرہ کی تدریس میں مصروف ہیں اور جن کا پسندیدہ اور خاص موضوع فن فقہ ہے ــــ کہ انہوں نے اس کتاب کی ایک اردو شرح ''الحمایۃ'' کے نام سے لکھی اور کتاب کی توضیح وتسہیل کا ــــ (بقیہ صفحہ ۳۷ پر)

فقہ وفتاویٰ

احرام سے متعلق چند احکام

ادارہ

احرام کی حکمت:

احرام دربارِ خداوندی میں حاضری کے آداب میں داخل ہے کہ جو شخص بھی آفاق سے حدودِ حرم میں آئے وہ ویسے ہی لاپرواہی سے نہ آجائے؛ بلکہ حج یا عمرہ کے احرام کی نیت کر کے تلبیہ کی رٹ لگاتے ہوئے آئے؛ تاکہ عظمتِ خداوندی کا اظہار ہو، اسی لئے بحالتِ احرام بہت سی حلال چیزوں کی بھی ممانعت کردی گئی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے بندوں پر یہ باور فرمایا کہ تحلیل وتحریم کا اختیار بندوں کے پاس نہیں ہے، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جس کی تعمیل کے بغیر چارۂ کار نہیں، احرام اسی حقیقت کو یاد دلانے کے لئے تجویز کیا گیا۔

احرام کی فضیلت:

احرام کی حالت میں رہنا بجائے خود باعثِ فضیلت ہے، سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مامن مؤمن یظل یومہ محرما الا غابت الشمس بذنوبہ (رواہ الترمذی) جو مسلمان شخص ایک دن احرام کی حالت میں رہتا ہے تو سورج اس کے گناہوں کو اپنے ساتھ لے کر ڈوبتا ہے۔

احرام کی حقیقت:

احرام؛ دراصل نیت اور تلبیہ (یا اس کے قائم مقام کوئی ذکر خداوندی) کے اجتماع سے عبارت ہے، یعنی حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لینے سے احرام شروع ہوجاتا ہے، خاص کپڑوں یا ہیئت کا نام احرام نہیں ہے۔

احرام کے واجبات:

احرام میں جملہ تین چیزیں واجب ہیں: (۱) میقات سے احرام باندھنا۔ (۲) ممنوعات احرام سے بچنا۔ (۳) (مردوں کے لئے) سلے ہوئے کپڑے کو اتار دینا۔ (لہٰذا اگر کسی نے احرام اس حالت میں باندھا کہ وہ سلا ہوا کپڑا پہنے ہوئے تھا تو اس پر ان کپڑوں کو اتارنا لازم ہوگا اور جزا بھی حسب قواعد واجب ہوگی)

(مستفاد از: کتاب المسائل: ۳/۱۲۹ تا ۱۳۴)

خبرنامہ

عالم اسلام کی خبریں

مولانا ابو ولید قاسمی*

● مسجد اقصیٰ کو یہودیوں کا مذہبی مقام قرار دینا اعلان جنگ ہے۔ عالم اسلام، یہودی اشتعال انگیزی کے خلاف مؤثر پالیسی اختیار کرے: او آئی سی؛۔۔ قبلہ اول کے خلاف سازش کے لئے اسرائیلی عدلیہ کا استعمال؛ اسلامی ممالک اور تنظیموں کے نام شیخ رائد صلاح کا مکتوب۔۔؛ مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلہ اول، یہودیوں کا دعویٰ باطل: عرب لیگ (اعتماد ۴/مارچ ۲۰۱۷ء)

● روہنگیا مسلمانوں پر مظالم کی تحقیقات کرائی جائے: اقوام متحدہ۔ انسانی حقوق کونسل کی ہائی کمشنر نے جنیوا اجلاس میں رپورٹ پیش کی!۔ (اعتماد ۵/مارچ ۲۰۱۷ء)

● صومالیہ کو شدید خشک سالی کا سامنا، گذشتہ ۴۸ گھنٹوں میں ۱۱۰/افراد کی ہلاکت اطلاع۔ (منصف ۵/مارچ ۲۰۱۷ء)

● مسلح یہودیوں نے فلسطینیوں کو پانی استعمال سے روک دیا۔ (اعتماد ۵/مارچ ۲۰۱۷ء)

● فیس بک استعمال کرنے پر فلسطینی کو ایک سال کی جیل (اسرائیلی عدالت کا فیصلہ)۔ (اعتماد ۸/مارچ ۲۰۱۷ء)

● سعودی عرب: ۵۰/لاکھ غیر ملکیوں کی بے دخلی زیر غور؛ مملکت میں غیر قانونی طور پر مقیم افراد کے ٹھکانوں پر چھاپوں کا سلسلہ جاری رہیگا۔ (اعتماد ۸/مارچ ۲۰۱۷ء)

● جدہ کی عدالت میں شرعی لباس کے بغیر آنے والی خواتین پر پابندی عائد۔ (اعتماد ۲۱/مارچ ۲۰۱۷ء)

● لیبیا کے قریب سمندر میں ۳/ہزار سے زیادہ مہاجرین کو بچالیا گیا۔۔ (اعتماد ۲۱/مارچ ۲۰۱۷ء)

● یہودی بستیوں کی (مقبوضہ مغربی کنارہ میں) تعمیر سے دو مملکتی حل کا امکان کمزور، جرمن چانسلر انجیلا مرکل۔

(اعتماد ۲۵/مارچ ۲۰۱۷ء)

● اسرائیلی فوج نے فلسطینی رکن پارلیمنٹ کو گرفتار کرلیا، فلسطینی ایم پی سمیت متعدد فلسطینیوں کو سزائیں۔

(اعتماد ۲۵/مارچ ۲۰۱۷ء)

● لیبیا کے ساحل پر کشتی غرقاب، ۱۰۰/ہلاکتوں کا اندیشہ۔ پانچ تارکین وطن کی نعشیں برآمد۔ (اعتماد ۲۵/مارچ ۲۰۱۷ء)

● یہودیوں کا قبلہ اول پر تسلط مسلمانوں کی غفلت کا نتیجہ، عرب لیگ القدس کی حفاظت کے لئے ٹھوس حکمت عملی بنائے: مفتی اعظم۔ (اعتماد ۲۶/مارچ ۲۰۱۷ء)

*استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا